رجسٹرڈ ایل نمبر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم　نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلہٖ

عسٰی ان یبعثک ربک مقاماً محمودًا

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہل مذاہب کا تشحید الاذہان

(یعنی)

ریویو آف ریلیجنز

اردو رسالہ

چندہ سالانہ ہندوستان میں تین روپے بیرون ہندوستان سے ساڑھے تین روپے

بشرح طلباء سے اور غرباء احمدیوں سے اڑھائی روپے

ایڈیٹر۔ قاضی محمد ظہور الدین۔ اکمل

نمبر ۹ | ستمبر سنہ ۱۹۲۷ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۴۶ھ | جلد ۲۶

فہرست مضامین

عذاب جہنم غیر منقطع نہیں ہے	۳۲۱ / ۳۳۸	مولانا جلال الدین صاحب شمس مبشر دمشق
الہام یا اکاش بانی (گوجرانوالہ کے مقابلہ مذاہب میں احمدی مضمون)	۳۳۹ / ۳۴۵	مولانا غلام احمد صاحب مولوی فاضل مجاہد بدوملہوی
فصل البیان فی جمع القرآن	۳۴۶ / ۳۴۹	مولانا مطیع الرحمٰن صاحب بنگالی ایم۔اے
اسوۂ سید الانام (محمد صاحب بجواب آئینہ روئے اسلام)	۳۵۰ / ۳۵۴	مولانا محمد یعقوب صاحب
پیدایش عالم (آریہ کے سوالات کے اسلامی جوابات)	۳۵۴ / ۳۵۷	مولانا عمر الدین صاحب مناظر شملوی
فیصلہ ورتمان	۳۵۷ / ۳۶۱	حضرت امام ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

مطبع ضیاء الاسلام قادیان میں منشی عبدالرحمٰن کشمیری قادیانی پرنٹر و پبلشر نے چھاپکر قادیان سے شائع کیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہماری دوا سل حقیقی کیواسطے ہی جسکی مختصر تعریف یہ ہے۔ کہ پھیپھڑہ سے خواہ کسی قسم کا زخم ہو کر اول خون پھر پیپ آنے لگے

مرض سل کا علاج

ناظرین کو تعجب ہوگا۔ کہ جس مہلک مرض کو عمر بھر لادوا سمجھا۔ اور یونانی و ڈاکٹری تمام اطباء سے مایوس العلاج سُنا۔ اُسکے علاج کے کیا معنی؟ مگر حق تعالیٰ کا فضل کسی زمانہ اور کسی شخص کیلئے مخصوص نہیں۔ الحمد للہ کہ لاکھوں بیش قیمت جانوں کے تلف کرنیوالے مرض سل کا تیر بہدف تریاق ہمارے ہاتھ لگ گیا۔ اور تجربہ میں بھی آگیا۔ اگرچہ اعلان کرتے ہوئے طبیعت ہماری بھی جھجکی اور خیال ہؤا کہ سالہا سال کی دلوں میں بیٹھی ہوئی ناامیدی کے مقابلہ پر ہمارے اس قول کی کیا وقعت ہوگی کہ ہماری ایجاد کردہ

ایک تولہ شفاء السل ہماری ہدایات کے موافق استعمال کرنے سے مسلول کو باذن اللہ صحت حاصل ہوجائیگی"

مگر خدا کی دی ہوئی بے بہا نعمت کو چھپا کر رکھنا شرافت اور مروت انسانی کے خلاف تھا۔ اس لئے بنظر مزید احتیاط ہم نے خاص اطباء پر بغرض تجربہ و امتحان یہ دوا **مُفت تقسیم** کی اور منصفانہ رائے طلب کی۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ خاطر خواہ کامیابی اور نتیجہ خیز آراء ہماری حوصلہ افزائی کی گئی۔ چنانچہ اسوقت ہم **صرف شاہی طبیب جناب حکیم نورالدین صاحب امیر احمدی جماعت کی قلمی دستاویز** (جو طبّی حیثیت سے ہندوستان میں عموماً اور پنجاب میں خصوصاً ایک بیش قیمت اور نہایت وزنی رائے ہے)۔ ہدیہ ناظرین کرتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ مرض سل کے لادوا ہونے کا اعتقاد انشاء اللہ تعالیٰ بہت جلد لوگوں کے دلوں سے جاتا رہیگا۔ اور ہماری سریع التاثیر دوا جس کو ہم **اکسیر** کا خطاب دیں تو بیجا نہیں آہستہ آہستہ تمام ملک کے اطباء کو اپنا مداح و گرویدہ بنالے گی۔ قیمت فی تولہ چار روپے (للعہ)

علاوہ سل کے تمام اندرونی زخموں میں باذن اللہ فوری اثر دکھلاتا ہے۔

رئیس الاطباء جناب **حکیم نورالدین صاحب** رئیس بھیرہ ضلع شاہپور کا ارشاد — السّلام علیکم۔ آپکی دوائی جو سل کے لئے آپنے مجھے دو بار تجربہ کے لئے بھیجی اس کو مَیں نے بہت ہی احتیاط کے ساتھ استعمال کیا ہے۔ بے ریب یہ دوائی ایسے مسلولوں کو جن کو نزلہ کی شکایت نہ ہو **بہت ہی مفید** ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں اور بھی برکت بخشے اور لوگ اس موذی مرض سے آپکی **مفید دوائی** سے نفع اُٹھائیں ۔

نورالدّین ۔ ۲۳۔ دسمبر ۱۹۰۶ء قادیان

نوٹ:۔ گلقند عسلی (شہد کا گلقند) اور روغن بادام دونوں چیزیں مریض سل کیلئے ضروری ہیں۔ اور یہ دونوں اصلی اور قابل اطمینان ہر جگہ نہیں مل سکتیں۔ لہٰذا بغرض نفع مریضان سل میں مطلع کرتا ہوں کہ یہ دونوں میرے عطار کے یہاں ہر وقت نہایت معتبر موجود رہتی ہیں۔ جو فرمائش پر روانہ ہوسکتی قیمت گلقند عسلی فی سیر تین روپیہ اور روغن بادام خانہ ساز فی تولہ ۶ رہے۔

المشتھر

حافظ محمد یعقوب۔ گنگوہ۔ ضلع سہارنپور

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عذاب جہنّم غیر منقطع نہیں ہے

مندرجہ ذیل مضمون مَیں نے ایک غیر احمدی کے اعتراض کے جواب میں اسوقت لکھا تھا جبکہ مَیں میدان فتنہ ارتداد میں کام کر رہا تھا۔ اکثر آیات قرآنیہ جن سے اس مضمون میں عذاب جہنّم کے غیر منقطع ہونے پر استدلال کیا گیا ہے۔ وہ مولوی حکیم فضل الدین صاحب بھیروی مرحوم کے ایک مضمون سے ماخوذ ہیں۔ جو ریویو آف ریلیجنز میں آپکی زندگی میں ہی شائع ہوا تھا۔ چونکہ یہ اعتراض عموماً آریوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے اور نیز غیر احمدیوں کی طرف سے بھی۔ اسلئے بطور تذکیر اس مضمون کا شائع کرنا خالی از فائدہ نہیں ہے۔

خلاصہ اعتراض۔ (حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں) کہ عذاب جہنّم دائمی غیر منقطع نہیں بلکہ ایک وقت ایسا آئیگا۔ کہ مشرک وغیرہ بھی جہنّم سے نکال لئے جائینگے۔ حالانکہ آیت اِنَّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلك سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مشرکین کبھی دوزخ سے نہیں نکالے جائینگے کیونکہ شرک ایک ایسا عظیم الشان گناہ ہے۔ جو کبھی معاف نہیں کیا جا سکتا اسلئے عذاب جہنّم غیر منقطع دائمی ہے۔

الجواب۔ قبل اسکے کہ اس آیت کے متعلق کچھ لکھا جائے۔ ہم قرآن مجید کی دوسری آیات پر غور کرتے ہیں کہ آیا قرآن مجید میں ایسی آیات بھی پائی جاتی ہیں یا نہیں۔ کہ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ عذاب جہنّم دائمی نہیں ہے۔ سو اگر ایسی آیات قرآن مجید میں موجود ہوں۔ تو اس آیت کے بھی معنی دوسری آیات کو مدِنظر رکھ کر ایسے کیئے جائینگے جو انکے مخالف نہ ہوں۔ سو جاننا چاہیئے کہ قرآن مجید میں ایک آیت نہیں بلکہ کئی آیات ایسی پائی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جہنّم بطور ایک ہسپتال کے ہے۔ جنمیں دوزخیوں کو اصلاح کے لئے رکھا جائیگا۔ جب انکی اصلاح ہو جائیگی تو انہیں وہاں سے نکال لیا جائیگا۔ یہ نہیں کہ انہیں ابدالآباد غیر منقطع زمانہ تک دوزخ میں رکھا جائیگا۔

پہلی آیت فمنھم شقی وسعید ہ فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر وشھیق ہ خلدین فیھا ما دامت السموٰت

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی ضرورت ہے۔ اور قاعدہ ہے کہ جتنی بیماری سخت ہوگی۔ اسکا علاج کراتے وقت زیادہ ہی تکلیف اٹھانی پڑیگی۔ پس ایسے بیماروں کا آخرت کو دوزخ میں جو سرکاری بڑا ہسپتال ہے علاج کیا جائیگا۔ اس کا نظارہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات سے ظاہر ہے۔ کلما القی فیھا فوج سألھم خزنتھا الم یأتکم نذیر۔ قالوا بلی قد جاءنا نذیر فکذبنا وقلنا ما نزل اللہ من شیء ان انتم الا فی ضلال کبیر۔ وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر فاعترفوا بذنبھم فسحقا لاصحاب السعیر (۲۹) کہ جب کوئی گروہ جہنم میں ڈالا جائیگا۔ تو اسکے داروغے کہینگے کیا تمہارے پاس ڈرانیوالا نہیں آیا وہ کہیں گے آیا۔ مگر ہم نے اسکی بات نہ مانی اور اُسے جھٹلا دیا۔ (یعنی ہم نے اپنی بیماری کا اعتراف نہ کیا بلکہ مریض کے نمکین کھانے کو کڑوا قرار دینے کی طرح انہیں ہی بیمار بتایا) اور ہم نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ نازل نہیں کیا۔ اور نہ ہی تم اس کی طرف سے ہو۔ تم تو بڑی گمراہی میں ہو۔ پھر کہیں گے کہ اگر ہم اسکی باتوں کو سنتے اور سمجھتے تو آج ہمارا دوزخی نہ بننا پڑتا۔ پس انہوں نے اپنے قصوروں کا خود اقرار کر لیا۔ پس اصحاب سعیر کیلئے ہلاکت ہی۔ اسکے آگے فرمایا:۔ ان الذین یخشون ربھم بالغیب لھم مغفرۃ واجر کبیر۔ کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں (اور انہوں نے ڈرانیوالوں کی باتوں کو مان لیا۔ اور انکے بتائے ہوئے نسخہ کو استعمال کرکے اپنا علاج کر لیا) انکے لئے بڑی مغفرت ہے خدا انکی تمام امراض کو ڈھانپ دیگا اور انکے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

اسی طرح فرمایا۔ والذین کفروا لھم نار جھنم لا یقضی علیھم فیموتوا ولا یخفف عنھم من عذابھا کذلک نجزی کل کفور۔ وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا غیر الذی کنا نعمل اولم نعمرکم ما یتذکر فیہ من تذکر وجاءکم النذیر فذوقوا فما للظالمین من نصیر۔ کافروں کے لئے جہنم ہے۔ جسمیں وہ مرینگے نہیں۔ اور نہ ہی ہم ان سے عذاب ہلکا کرینگے۔ اسی طرح ہم ایک ناشکر کافر کو بدلہ دینگے۔ اور وہ اسمیں فریاد کرینگے۔ کہ اے ہمارے رب ہم کو نکال لے۔ ہم نیک کام ہی کرینگے جو پہلے کرتے تھے وہ نہیں کرینگے۔ خدا تعالیٰ فرمائیگا کہ ہم نے تمہیں اتنی عمر دی تھی۔ کہ جسمیں تم نصیحت پکڑ سکتے تھے۔ اور تمہارے پاس رہنما ڈاکٹر نذیر بھی آیا تھا۔ (جس نے تمہاری بیماریوں کو تم پر واضح کیا۔ اور انکے بدنتائج سے ڈرایا۔ مگر تم نے نہ مانا) پس تم اس عذاب کو چکھو۔ اس سے تمہارا علاج ہوگا۔ اور وہاں ظالموں کیلئے کوئی اور مددگار نہ ہوگا۔ جو انکو وہاں سے نکالے اور انکا علاج کرے۔ پس ان کا علاج دوزخ میں کیا جائیگا۔ پس جس طرح دنیا میں نذیر اصلاح کیلئے بھیجے گئے۔ اور دنیا مومن کے لئے کٹھالی اور فتنہ کندن کرنیکا موجب بنائی گئی۔ اسی طرح آخرت میں جہنم کافروں کیلئے کندن اور خالص کرنیکے لئے بنائی گئی ہے۔ آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔

دسویں آیت:- امہ ھاویہ (قارعہ) پس جس طرح ماں کا کام بچّہ کی پرورش کرنا ہے۔ اسی طرح دوزخ بھی دوزخیوں کی پرورش کرنیوالی ہے جس طرح کہ ماں حالت پرورش میں بچّہ کی ہر قسم کی بیماری کا علاج کرتی ہے۔ چاہے بچّہ انکار کرے۔ زخم چیرنے یا کڑوی دوائی یا سخت بیماری کے علاج کے وقت اگر چیخ چلائے بھی تو ماں نہیں چھوڑتی۔ جبتک کہ وہ صحتیاب نہ ہو۔ اسی طرح دوزخ بھی دوزخیوں کے لئے بطور ماں کے ہے۔ وہ بھی نہیں چھوڑیگی۔ جبتک کہ وہ بالکل شفایاب نہ ہوجائیں۔ اس کا نظارہ آیت کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعید وا فیھا دکھلاتی ہے۔ اور پھر جس طرح کہ بچّہ اپنی ماں کی گود میں ہمیشہ نہیں رہتا۔ بلکہ ترقی کرکے اسکی گود سے علیحدہ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح دوزخی بھی جہنّم میں سے ترقی کرکے علیحدہ ہوجائینگے

گیارھویں آیت:- قل ارءیتکم ان اتاکم عذاب اللہ او اتتکم الساعۃ اغیر اللہ تدعون ان کنتم صادقین بل ایاہ تدعون فیکشف ما تدعون الیہ ان شآء و تنسون ما تشرکون

کہ بتلاؤ اگر تمھارے پاس اللہ تعالیٰ کا عذاب یا قیامت آجائے۔ تو کیا خدا کے سوا پھر بھی کسی کو پکاروگے۔ نہیں بلکہ اسی کو پکاروگے۔ تو پھر تمھاری دعا کو اگر چاہے تو قبول کرلیگا اور تمھاری تکلیف کو دُور کردے گا اس لئے کہ تم عذاب کو دیکھ کر شرک کو کلّی ترک کردوگے۔

اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ جب وہ عذاب پاکر شرک کلّی چھوڑ دینگے تو پھر آخر خدا بھی ان سے عذاب کو دُور کردے گا۔

بارھویں آیت:- اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ

ان آیات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ دوزخی ایک وقت دوزخ سے نکالے جائینگے۔ کیونکہ اگر ان کا ہمیشہ دوزخ میں رہنا تسلیم کیا جائے۔ تو انکے لئے حمد کا کوئی موقع نہیں رہتا۔ دوسرا لفظ اللہ جو جامع جمیع صفات کاملہ کا نام ہے۔ اور اس میں عفو۔ غفران۔ توّاب۔ رحمٰن۔ رحیم وغیرہ صفات کاملہ شامل ہیں۔ پس اگر دوزخی ہمیشہ ہمیش کے لئے دوزخ میں رہینگے تو انکو نہ عفو نہ غفران اور نہ انکی دعاؤں اور تضرعات پر رحم نعوذ باللہ گویا یہ صفات اپنے کمال پر نہیں رہیں۔ پس لفظ اللہ بھی چاہتا ہے کہ انکو وہاں سے نکالا جائے۔ تیسرا لفظ رب ہے۔ اگر یہ صفت بھی کمال رکھتی ہے تو ہمیشہ ہر ایک کی ربوبیت کریگی۔ مگر بحالت دوام دوزخیوں کی ربوبیت نہیں رہتی۔ چوتھا لفظ العالمین ہے جس میں دوزخ بھی شامل ہے۔ اگر دوزخی ایک ہی حالت عذاب پر چھوڑے جائیں۔ تو انکی ربوبیت باہر رہ جاتی ہے۔

پانچواں لفظ رحمٰن ہے یعنی بلا مبادلہ دینے والا یہ صفت دنیا و آخرت دونو جہانوں سے تعلق رکھتی ہے دیکھو بیضاوی میں رحمٰن الدنیا والآخرۃ لکھا ہے پس جس طرح صفت رحمانیت دنیا میں صرف مومنوں

کیلئے ہی نہیں بلکہ کفار کیلئے بھی ہے۔ اسی طرح آخرت میں بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الملك يومئذ الحق للرحمان پ۱۹ کہ اس دن ساری سلطنت سچ مچ رحمان کیلئے ہے۔ ھذا ما وعد الرحمان پ۲۳ یہ قیامت وہی ہے جس کا وعدہ رحمٰن نے کیا تھا۔ یوم نحشر المتقين الی الرحمان ۱۶/۹ جب متقیوں کو رحمٰن کی طرف ہم جمع کرینگے۔ جزاء من ربك عطاء حسابا رب السموات والارض وما بينهما الرحمٰن لا يملكون منه خطابا يوم يقوم الروح والملائكة صفا لا يتكلمون الا من اذن له الرحمٰن وقال صوابا۔ اسمیں صفت رحمٰن کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ میں ہی رہینگے۔ تو انکے لئے آخرت میں خدا تعالیٰ رحمٰن کیسے ہو سکتا ہے۔

چھٹا لفظ رحیم ہے۔ جسکے معنی یہ ہیں۔ سچی محنت کو ضائع نہ جانے دینے والا بلکہ تھوڑی سی محنت کا بہت بڑھ کر بدلہ دینے والا۔ اب دوزخی لاکھوں۔ کروڑوں۔ پدموں۔ برسوں تک ربنا ربنا کہتے ہیں۔ اور سخت اضطرار کے ساتھ تضرع کرتے ہیں۔ مگر باوجود الرحمٰن الرحیم اور مجیب دعوة المضطرین ہونیکے نعوذ باللہ ایک بھی نہیں سنتا۔ حالانکہ عذاب کی غرض ہی یہ بیان فرمائی ہے۔ ما ارسلنا فی قرية من نبی الا اخذنا اهلها بالبأساء والضراء لعلهم يضرعون پ۹ اس سے تو خدا تعالیٰ کی ذات پر نعوذ باللہ خلاف وعدہ کا بھی الزام آتا ہے۔

آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ ان الله خلق مائة رحمة رحمة منها قسمها بين الخلائق وتسعة وتسعين يوم القيامة (کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۲۴۶) ایک روایت میں ہے واخر تسعا وتسعين فاذا كان يوم القيامة اكملها بهذه الرحمة اور ایک اور روایت میں ہے۔ فامسك عنده تسعا وتسعين رحمة وارسل فی خلقه كلهم رحمة واحدة فلو علم الكافر بكل الذی عند الله من الرحمة ما ايس من الجنة (کنز العمال) یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک سو رحمت پیدا کی ہے۔ ایک رحمت کو تو تمام مخلوقات پر تقسیم کر دیا اور ننانوے رحمتوں کو قیامت کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ جب قیامت ہوگی۔ تو ساری کامل سو رحمت کے ساتھ اپنے بندوں پر رحم کریگا۔ اگر کافر کو بھی اس رحمت کامل کی خبر ہو۔ تو وہ بھی جنت سے نا امید نہ ہو۔ پس اس سے صاف پتہ لگتا ہے۔ کہ خلود اہل نار غیر منقطع نہیں ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی کامل رحمت سے کوئی چیز باہر نہیں رہ سکتی بلکہ وہ تمام پر حاوی ہے۔

چھٹا لفظ مالك يوم الدين ہے۔ اس لفظ میں بھی رحم کا حصہ زیادہ ہے۔ کیونکہ اوّل تو رب۔ رحمٰن۔ رحیم فرمایا۔ کہ اگرچہ سزا ہوگی مگر اس میں بھی ربوبیت۔ رحمانیت۔ رحیمیت کا دخل ہوگا۔ دوسرے

اگرچہ سزا ہوگی۔ مگر نہ اجنبی حاکم کی طرح بلکہ مالکانہ رحم اسکے ساتھ ہوگا۔ کوئی مالک نہیں چاہتا۔ کہ اسکی مملوکہ چیز یونہی ضائع جائے۔ پس خدا تعالیٰ بھی انہیں ضائع نہیں کریگا۔ کہ پھر انپر توجہ رحمت نہ کرے۔ تیسرے اگرچہ سزا ہوگی مگر ربوبیت مدِّ نظر ہوگی۔ اگر باوجود اسکے پھر بھی سزا ہمیشہ ہمیش کے لئے مانی جائے تو گویا اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی بیقدری ہوگی و نعوذ باللہ من ذٰلك وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ پھر یہ بھی جاننا چاہیئے۔ کہ ان چاروں صفات کا ظہور قیامت کے دن دوبالا ہوگا۔ جیسا کہ آیت ویحمل عرش ربك فوقهم يومئذ ثمانية اس طرف اشارہ کرتی ہے۔ کیونکہ یہی چاروں صفات حاملات عرش ہیں۔ اور یہی ام الصفات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی حکومت اور معبود ہونیکی بنا بھی چاروں صفات ہیں۔ اور یہی چاروں صفات قیامت کے روز بوجہ انکے ظہور کے دگنا ہونیکے باوجود چار ہونیکے آٹھ کا کام دینگی۔ نیز آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ کہ جسقدر انسان یا حیوان ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں۔ سب اسی ایک رحمت کے سبب ہیں۔ جو خلقت پر تقسیم کیگئی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ والدین شریر سے شریر بدمعاش سے بدمعاش اولاد پر کسقدر رحم کرتے ہیں۔ اور کتنی دفعہ انکے عذرات قبول کرتے ہیں۔ اور جب انہیں معلوم ہو جائے۔ کہ اب انکی حالت سدھر گئی ہے اور سمجھ آگئی ہے۔ کہ یہ اب شرارت نہیں کرینگے۔ تو انکا رحم جوش مارتا ہے۔ کہ انکو اپنے رحم کا مورد بنائیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کی رحمت بھی آخر انہیں اپنے آغوش میں لے لیگی۔ اور اللہ تعالیٰ تو اپنی مخلوق پر ماں سے بھی ہزارہا درجہ بڑھ کر رحم کرنیوالا ہے۔

تیرھویں آیت:۔ کتب ربکم علیٰ نفسه الرحمة ۲۲ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس پر رحمت لکھدی ہے۔ پس اگر دوزخیوں کو رحم کی بنا پر دوزخ میں نہیں بھیجیگا۔ بلکہ ہمیشہ ہمیش دُکھ اور تکلیف سہنے کیلئے تو یہ کیا رحم ہوگا۔ اور یہ آیت کیسے صادق آئیگی۔ حالانکہ انسانی گورنمنٹ کا بھی سزا دینے سے یہی منشاء ہوتا ہے۔ کہ بدی اُٹھ جائے اور چوری ڈاکہ نہ پڑے۔ اور سزا یافتہ کی اصلاح ہو جائے۔ مگر کیا نعوذ باللہ خدا تعالیٰ ارحم الرحمین کا جیلخانہ صرف دُکھ دینے کی ہی خاطر ہوگا؟

چودھویں آیت:۔ وسعت رحمتی کل شیٔ کہ میری رحمت ہر ایک چیز پر وسعت لیگئی ہے۔ یعنی باقی تمام چیزیں اسکی محاط ہیں اور وہ محیط ہے۔ پس رحمت کا دائرہ تب ہی کامل ہو سکتا ہے۔ جبکہ دوزخیوں کا دوزخ میں جانا بھی رحمت کے حصول کا موجب بنے۔ اور آخر انہیں بھی رحمت آغوش میں لیلے پھر رحمتی سبقت غضبی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کہ آخر دوزخی دوزخ سے نکل جائینگے ورنہ دوزخیوں کے لئے ماننا پڑیگا۔ کہ خدا تعالیٰ کا غضب رحمت پر سبقت لے گیا ہے۔ حالانکہ رحمت کا غلبہ ہر ایک جگہ غضب پر ہے پس دوزخ میں بھی آخر ایسا ہی ہوگا۔ کہ غضب جاتا رہیگا۔ اور رحمت باقی رہیگی۔ اور رحمت کا ہر ایک چیز پر

جسمیں دوزخ بھی شامل ہے۔ محیط ہونا اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ کہ آخر دوزخی دوزخ سے نکالے جائینگے۔

پندرھویں آیت: - خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون۔ کہ انسانوں اور جنوں کی پیدائش سے غرض یہ ہے۔ کہ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور اسی کے عبد بنیں اور اسی کو معبود جانیں۔ اور اسکو شناخت کریں اور عبد بننے سے جنت حاصل ہوگی۔ جیسے فرمایا فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی کہ اے نفس مطمئنہ تو میرے بندوں میں داخل ہوجا اور میری جنت میں آجا۔ پس عبد بنانے سے غرض جنت کا دینا ہے۔ پس جو شخص دنیا میں عبد نہیں بنتا۔ اور خدا تعالیٰ کے آگے اپنی گردن نہیں جھکاتا۔ تو اسکو سزا دیکر آگ میں ڈالکر سیدھا اور نرم کیا جائیگا مثلاً مریضوں کو ڈاکٹر بتادیا جاتا ہے۔ انکے لئے نسخہ تجویز کیا جاتا ہے۔ دوائی دیجاتی ہے۔ مگر ان میں سے ایک مریض تو ایسا ہے۔ کہ وہ دوائی کو باقاعدہ طور پر استعمال کرتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکا زخم اچھا ہوجاتا ہے اور بیماری سے شفا پاجاتا ہے۔ دوسرا مریض دوائی کو لیتا ہے۔ اور اسکو پھینک دیتا ہے اور استعمال نہیں کرتا۔ تو اس کی بیماری بڑھ جاتی ہے۔ اور اسکا زخم گہرا ہوجاتا ہے۔ تو پھر اسکے والدین جبراً ہسپتال میں لیجاتے ہیں۔ اور اس کا اپریشن اور علاج وغیرہ کرواتے ہیں۔ جبتک تندرست نہیں ہوتا نہیں چھوڑتے۔ اسی طرح وہ لوگ جنہوں نے یہاں عبودیت اختیار نہیں کی۔ اور عبد نہیں بنے۔ اور خدا تعالیٰ کو شناخت نہ کیا۔ تو انپر قیامت کے روز جبراً دوزخ میں ڈالکر عبد بنایا جائیگا۔ جب وہ مطیع و منقاد ہوجائینگے۔ اور ان سے گند وغیرہ دور ہوجائینگے۔ پھر ان پر رحم کیا جائیگا۔ اور جنت کا انعام دیا جائیگا۔ اور انکی پیدائش کی اصل غرض پوری کردیجائیگی۔

سولھویں آیت: - اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا۔ کہ ملت اسلامی پر لوگوں کو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ حدیث میں آتا ہے کل مولود یولد علی فطرۃ الاسلام فابواہ یہودانہ او ینصرانہ او یمجسانہ کہ ہر ایک بچہ فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے۔ اور ملت اسلامی پر اسکی ولادت ہوتی ہے۔ پھر اسکے ماں باپ یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنالیتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ بچہ کی اصل فطرت میں اسلام ہے۔ اور انسان کو اس فطرت سے دور لیجانیوالی چیزیں بیرونی ہیں۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے کہ ایک کپڑا سفید رنگ کا ہوتا ہے۔ مگر بیرونی گرد و غبار وغیرہ اُسے میلا کردیتے ہیں۔ پھر اسکو دھوکر صاف کرلیا جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کی اصل فطرت میں اسلام مرکوز ہے۔ مگر بیرونی اثرات عارضی طور پر اس فطرت کو دبالیتے ہیں۔ اور وہ انکے نیچے چھپ جاتی ہے دوزخ میں خدا تعالیٰ ان میلوں اور گندوں اور پلیدیوں کو بذریعہ آگ دور کرکے انکو خالص

کردیگا۔ جیسے کہ سونیکو آگ میں ڈال کر مٹی وغیرہ نکالکر صاف کیا جاتا ہے۔ اور جب سونے کی ڈلی صاف ہو کر نکل آتی ہے۔ تو پھر اُسے صفائی کے لئے خواہ مخواہ آگ میں نہیں ڈالا جاتا۔ اسی طرح دوزخی جب بالکل پاک ہو جائینگے۔ اور انکے گناہ وغیرہ سب دُور ہو جائینگے۔ تو پھر وہ اصل فطرت چمک اُٹھیگی۔ جس کی وجہ سے جہنم سے نکال کر جنت میں لیجائے جائینگے۔

مذکورہ بالا آیات سے ظاہر ہے۔ کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہینگے۔ بلکہ ایک دن ایسا آئیگا۔ کہ دوزخ بالکل خالی ہوگی۔ اور اسمیں کوئی نہیں رہیگا۔ اور جیسا کہ مخلوقات سے پہلے صفت وحدت جلوہ مارتی تھی۔ اسی طرح اس دن صفت آخریت جلوہ ماریگی۔ کیونکہ اس کا غیر اسوقت کوئی نہیں ہوگا۔ بلکہ اسکی اکیلی ذات ہوگی۔ اور جو جنتی ہونگے۔ وہ بوجہ اسکے ظل عاطفت میں ہونیکے انکا وجود کوئی علیحدہ وجود شمار نہیں ہوگا۔

کیا شرک بخشا نہیں جاتا؟

اب ہم بتاتے ہیں۔ کہ آیت ان اللہ لا یغفران یشرک بہ ویغفر ما دون ذٰلک لمن یشاء سے جو معترض نے سمجھا ہے وہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگر اس سے یہ مراد ہے۔ کہ شرک مطلق کسی صورت میں بخشا نہیں جاسکتا۔ جیسا کہ ظاہری طور پر آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ تو یہ غلط ہے کیونکہ دوسری آیات کے خلاف ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ والذین لا یدعون مع اللہ الٰھا اٰخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون ومن یفعل ذٰلک یلق اثاما یضاعف لہ العذاب یوم القیامۃ ویخلد فیہ مھانا الا من تاب و اٰمن وعمل عملاً صالحا فاولئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات وکان اللہ غفورا رحیما 19/4 اس آیت سے ظاہر ہے۔ کہ جو شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو معبود مانتا رہا ہو۔ اور پھر توبہ کر لی۔ اور ایمان لے آیا اور اعمال صالحہ کیئے۔ تو اسکی بُرائیاں خدا تعالیٰ نیکیوں سے بدل دیگا۔ اور اللہ غفور و رحیم ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آیت ان اللہ لا یغفران یشرک بہ مطلق نہیں ہے۔ کہ اس سے مراد یہ ہو کہ کسی صورت میں بھی شرک بخشا نہیں جاسکتا۔ پھر فرماتا ہے قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم 24/3 تو کہدے اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر اسراف کیا یعنی زیادتی کی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو۔ کیونکہ خدا تعالیٰ سب کے سب گناہ بخشتا ہے۔ کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسی طرح فرماتا ہے لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلٰثۃ وما من الٰہ الا الٰہ واحد وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن الذین کفروا منھم عذاب الیم۔ افلا یتوبون الی اللہ ویستغفرونہ واللہ غفور رحیم ۶/۱۴ کہ تثلیث فی التوحید کے قائل کافر ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے سوا تو کوئی معبود نہیں۔ اگر وہ اپنے اس قول سے باز نہیں آئینگے تو ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب ہوگا۔ کیوں اللہ کے حضور توبہ نہیں کرتے۔ اور اس سے بخشش کے خواہاں نہیں ہوتے۔ جبکہ خدا تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ شرک توبہ و استغفار سے معاف ہو سکتا ہے۔ حالانکہ آیت متنازعہ فیہا سے یہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ شرک کسی حالت میں نہیں بخشا جا سکتا۔ مگر دوسری آیات سے معلوم ہوا کہ بخشا جا سکتا ہے۔ اسی طرح دوسری آیات سے ظاہر ہے۔ کہ مشرک بھی دوزخ سے نکالے جائینگے۔ اور دوزخیوں کو ایسا عذاب نہیں دیا جائیگا۔ کہ جس سے وہ کبھی بھی رہائی نہ پا سکیں۔

پھر آیت میں یہ جو کہا گیا ہے۔ کہ شرک نہیں بخشا اور اس سے جو دوسرے کم درجہ کے گناہ ہیں۔ انکو بخش دیتا ہے۔ وہ بھی جسکے لئے چاہے۔ تو اس سے مراد یہ ہے۔ کہ شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ جو مشرک ہونیکی حالت میں مریگا۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ کہ اسکو بغیر جہنم میں سزا دینے کے جنت میں داخل کیا جائے۔ مگر دوسرے جنہوں نے چھوٹے چھوٹے گناہ کئے ہیں۔ انہیں چاہیگا تو خدا تعالیٰ بخش دیگا۔ اور بغیر اسکے کہ جہنم میں ڈالے ۔۔۔۔۔۔ جنت میں لیجائیگا۔ یہی مطلب دوسری آیت کا ہے۔ کہ انہ من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماواہ النار وما للظالمین من انصار کہ جو خدا کے ساتھ شرک کریگا۔ خدا تعالیٰ نے اس پر جنت حرام کر دی ہے۔ اسکو جنت میں داخل ہونے سے روکا جائیگا۔ اور اسکے لئے پناہ لینے کی جگہ آگ ہوگی۔ جسمیں اسے رکھا جاویگا۔ جیسے کہ متعدی لاعلاج مریضوں کو تندرستوں کے پاس رکھنا مضر ہوتا ہے۔ اور انہیں ہسپتال میں بھیجدیا جاتا ہے۔ اسی طرح مشرک کو بھی جنت میں نہیں رکھا جائیگا۔ بلکہ اسکو پہلے جہنم میں ڈالا جائیگا۔ اور اس سے خبث وفسق و شرک وغیرہ آگ سے دور کیا جائیگا۔ جب پاک ہو جائینگے۔ تو اسوقت جنت میں آنا انکے لئے حرام نہ ہوگا۔ یہ ایسے مریض ہونگے۔ کہ جن کا کوئی مددگار نہ ہوگا اور نہ کسی شفاعت کرنیوالے کی شفاعت انکے حق میں قبول کیجائیگی۔

اسی طرح آیت ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ولا یدخلون الجنة حتّٰی یلج الجمل فی سم الخیاط و کذالک نجزی المجرمین۔ کا مطلب یہ ہے کہ جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی۔ اور اپنے آپکو بڑا خیال کرکے انکو چھوڑ دیا۔ انکی دعائیں نہیں سنی جائینگی اور نہ ہی خود بخود جنّت میں داخل ہونگے (یہ نہیں فرمایا کہ وہ داخل نہیں کیئے جائینگے) یہانتک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے اور اسی طرح ہم مجرموں کو بدلہ دیتے ہیں۔

حتی یلج الجمل یہ محال کیلئے استعارہ ہے۔ اسکے یہ معنی نہیں کہ وہ جنّت میں کبھی بھی داخل نہیں کیئے جائینگے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ استحقاق نہیں رکھتے۔ کہ وہ جنّت میں داخل ہو جائیں۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ چاہیگا۔ تو جنّت میں لیجا سکتا ہے۔

پس یہ محاورہ ہے۔ کہ جس میں طاقت نہ ہو۔ تو اسکے لئے کہا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم ایسا نہیں کر سکتے۔

نیز جمل کے معنی لغت میں رسّہ کے بھی آئے ہیں۔ اور رسّہ نہایت باریک تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے۔ رسّہ تو داخل نہیں ہو سکتا مگر جب کم کرتے کرتے ایک تار باقی رہ جائے تو داخل ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مکذّبین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا۔ اور تکذیب و تکبر وغیرہ کی تاروں سے اس فطرت انسانیت کی تار کو رسّہ کی طرح بنا لیا۔ تو قیامت کے دن ان تمام اوساخ اور گندوں کو آگ میں صاف کرکے جب محض فطرت انسانیت جو فطرت اسلامیہ ہے باقی رہ جائیگی۔ تو جنّت میں داخل ہو جائینگے جیسا کہ رسّہ بھی جب اسکی تاریں علیحدہ علیحدہ کی جائیں تو سوئی کے ناکہ سے گذر سکتا ہے۔ اس اعتراض کا جواب دیکر آخر میں ہم چاہتے ہیں۔ کہ چند احادیث بھی درج کردیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دوزخ کا عذاب غیر متناہی نہ ہوگا۔ رسول اللہ صلعم فرماتے ہیں:۔

فیقول اللہ شفعت الملائکة و شفع النبیون و شفع المؤمنون و لم یبق الا ارحم الراحمین فیقبض قبضة من النار فیخرج منہا قوما لم یعملوا خیرا قط اللہ تعالیٰ فرمائیگا کہ فرشتے اور نبی اور مومن شفاعت کر چکے صرف ارحم الراحمین باقی رہ گیا ہے۔ تب خدا تعالیٰ آگ سے ایک مٹھی بھر کر ایک ایسی قوم کو نکالیگا جس نے کبھی کوئی نیک کام نہیں کیا ہوگا۔ دوسری حدیث میں ہے کہ انکے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اسمیں مشرک بھی شامل ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ مٹھی بھریگا تو اسکی مٹھی سے کون باہر رہ سکتا ہے قرآن مجید میں ہے۔ والارض جمیعا قبضتہ یوم القیامہ یعنی تمام زمین قیامت کے دن خدا تعالیٰ کی ایک مٹھی ہوگی۔ جب انبیاء اور مومنوں کی شفاعت سے کچھ لوگ باقی رہ گئے۔ مگر ارحم الراحمین جب رحم کرنے پر آئے تو اسکے رحم سے کون باہر رہ سکتا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پھر کنز العمال جلد ۱ صفحہ ۲۴۱ میں بحوالہ دارقطنی اور خطیب فی روایۃ مالک عن ابن عمر آیا ہے:۔
من آخرین ید خل الجنۃ رجل من جھینۃ فیقول اھل الجنۃ عند جھینۃ الخبر الیقین سلوہ ھل بقی من الخلائق احد یعذب فیقول لا۔ کہ جب آخری شخص جنت میں داخل ہوگا۔ تو جنتی کہینگے کہ جہینہ کے پاس یقینی خبر ہے اس سے پوچھو۔ کہ کیا مخلوقات سے اور بھی کوئی باقی رہ گیا ہے۔ جو عذاب دیا جاتا ہے۔ تو وہ کہیگا کوئی نہیں۔

پھر اسی طرح لیأتین علی جھنم یوم کانھا زرع ھاج احمر تخفق ابوابھا (کنز العمال) کہ جہنّم پر ایسا زمانہ ضرور آئیگا۔ کہ گویا وہ کھیت تھا جو لہلہا کر سوکھ گیا۔ اسکے دروازے کھڑکھڑائینگے۔ دوسری روایت میں ہے یأتی علی جھنّم ما فیھا من بنی آدم احد تخفق ابوابھا۔ کہ جہنّم پر ایسا زمانہ آئیگا۔ کہ بنی آدم میں سے کوئی بھی اس میں نہ ہوگا۔ اسکے دروازے کھڑکھڑائے جائینگے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ آخر جہنّم بالکل خالی ہوجائیگی۔ اور اس میں کوئی دوزخی نہ رہیگا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمانا:۔

"بنی نوع انسان خواہ کیسی ہی بدی یا بدکاری اور کیسے ہی نفاق اور کفر اور شرک یا دہریت میں مبتلا ہو۔ انکو اسکی رحمت اپنے اندر لپیٹ لیتی ہے۔ اور بالآخر وہ بات جو انسان کی پیدائش کے وقت خدا تعالیٰ نے کہی۔ اور جس کا اسکے پیدا کرنے کے وقت اس نے ارادہ کیا۔ پوری ہوجاویگی یعنی ما خلقت الجن والانس الا لیعبدون"

بالکل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہے۔ یہ حقیقت تھی۔ جس سے اکثر علماء بیخبر رہے۔ اور خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اس صداقت پر اطلاع دی۔ اور آپکے ذریعہ اسکو ظاہر کیا جسکے ظہور سے آریوں کے وہ تمام اعتراض کہ محدود اعمال کی سزا غیر محدود اور غیر منقطع زمانہ کیوں دیگئی۔ دُور ہوگئے۔ کیونکہ ظاہر ہے۔ کہ مطابق آیت خلق الانسان ضعیفاً کہ انسان کی سرشت میں کمزوری رکھی گئی ہے۔ اور رکھنے والا خدا ہے۔ پس اس کا ارحم الراحمین ہونا اور ربّ اور رحمٰن ہونا پھر انسانی کمزوری کا لحاظ کرکے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ دوزخیوں پر بھی رحم کرتا۔ سو الحمد للّٰہ کہ قرآن مجید اور حدیث سے حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ وہ حقیقت جس سے اکثر لوگ ناواقف تھے معلوم ہوئی۔ اور حق غالب ہُوا۔ اور باطل کافور ہُوا۔ والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

جلال الدین شمس احمدی از دمشق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الہام یا اکاشش بانی

(گوجرانوالہ کی آریہ سماج کانفرنس)

یہ مضمون جلسہ مقابلہ مذاہب میں پڑھا گیا - (ایڈیٹر)

آج اس مبارک جلسہ میں جس کی غرض یہ ہے - کہ الہام کے متعلق ہر مذہب کا نمائندہ اپنے اپنے خیالات کا اظہار ایسے طریق سے کرے جس میں سوالات مشتہرہ کا جواب بھی درج ہو - مَیں بھی اپنے خیالات کا اظہار کرونگا - نہ اس لحاظ سے کہ وہ خیالات میرے ہونگے - بلکہ اس لحاظ سے کہ اسلام کا مذہب اور قرآن کریم جیسی پاک کتاب الہام کے متعلق کیا فرماتی ہے - کیونکہ میری نزدیک یہ بات ضروری ہے - کہ ہر ایک شخص جو کسی کتاب کا پابند ہو - وہ ہر ایک بات اُسی کتاب کے حوالے سے بیان کرے - اس بات کے التزام میں دو بڑے بڑے فائدے ہونگے - اوّل یہ کہ حاضرین کو معلوم ہو جائیگا - کہ بیان کرنیوالا محض اپنی طرف سے ہی وکالت نہیں کر رہا - بلکہ جو کچھ بیان کر رہا ہے وہ اپنی کتاب سے اخذ کرکے بیان کر رہا ہے - دوئم - ہر مذہبی کتاب کی شان کا پتہ لگ جائیگا - کہ آیا اس الہامی کتاب نے اپنی حیثیت قائم کرنے کے لئے خود ہی دعویٰ اور دلائل پیش کئے ہیں یا وہ کتاب محض چند عبادتوں یا چند معاملات دنیویہ کا ہی مجموعہ نہیں - بلکہ دعاوی و دلائل بیان کرنے کے علاوہ یہ بھی بتائے - کہ اس کتاب کو ماننے کی کیا ضرورت ہے - اور کیا خوبی ہے - آج اس زمانے میں جبکہ ہر قوم بحیثیت مجموعی ترقی کر رہی ہے - اور اسکے افراد بھی علیٰحدہ علیٰحدہ دینی و دنیاوی ترقی کے خواہشمند ہیں - اور مذہبی ترقی کی کوشش بہت زوروں پر ہے - ایسے مذاہب جو آج سے چند سال پہلے مذہبی ترقی میں پیچھے تھے - اور اُن کا پیچھے رہنا اسوجہ سے نہیں تھا - کہ انکو ترقی کی خواہش نہ تھی - بلکہ اس لحاظ سے وہ پیچھے تھے کہ انکے مذہب میں افرادی ترقی ممنوع تھی - آج اُن مذاہب میں بھی ایسے افراد پائے جاتے ہیں - جو اپنے بزرگوں کے خیالات کے برعکس مذہبی افرادی ترقی کو صحیح سمجھتے ہیں - اور اس آزادی کے زمانے میں وہ بھی دیگر مذاہب کے دوش بدوش جا رہے ہیں - اور آجکل مذہبی مقابلہ ایسا رنگ پکڑ گیا ہے کہ جس سے محقق کو آسانی کی بجائے مشکلات پڑ جاتی ہیں - اسلئے یہ ضروری بات ہے - کہ ہر ایک مذہب کا نمائندہ اس بات کا التزام کرے کہ جو کچھ وہ بیان کرے اپنی مذہبی کتاب سے بیان کرے - ایسا کرنے سے متلاشیان حق کو بہت فائدہ ہوگا کہ وہ صحیح بات کو جلدی اخذ کر سکینگے -

اس مختصر سی تمہید کے بعد مَیں نفس مضمون کی طرف متوجہ ہوتا ہوں - گو مضمون الہام ایک وسیع

Digitized by Khilafat Library Rabwah

والارض الا ماشاء ربک ان ربک فعال لما یرید۔ واما الذین سُعدوا ففی الجنۃ خالدین فیہا مادامت السمٰوات والارض الا ماشاء ربک عطاء غیر مجذوذ ۱۲/۱۹ قیامت کے دن لوگوں کی دو قسمیں ہونگی بعض شقی ہونگے بعض سعید۔ شقی دوزخ میں رہینگے۔ جبتک کہ دوزخ کے زمین و آسمان رہینگے ہاں جو تیرا رب چاہیگا۔ بیشک تیرا رب جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور جو سعید ہونگے جنّت میں رہینگے۔ جبتک کہ جنّت کے زمین و آسمان رہینگے مگر جو چاہا اللہ تعالیٰ نے ہاں یہ انعام غیر منقطع ہوگا۔

اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے جنّت اور دوزخ میں فرق کیا ہے جنّت کیلئے تو عطاء غیر مجذوذ بیان فرما کر بتادیا کہ جنّت دائمی ہوگی۔ مگر دوزخیوں کے لئے ایسا نہیں فرمایا۔ بلکہ استثناء کرتے وقت ایک تو لفظ رب کو اختیار کیا پھر دوسرے جملہ ان ربک فعال لما یرید میں بھی رب کا ذکر کیا۔ تا کہ استثناء کرتے وقت ربوبیّت بھی مدِ نظر ہے۔ اور ربوبیّت کے معنی ادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ کی طرف ترقی دینا ہے۔ پس اگر دوزخی ابد الآباد تک دوزخ میں ہی رہینگے۔ تو انکی ربوبیت کب ہوگی۔

پھر ان ربک فعال لما یرید ایسی جگہ پر بولا جاتا ہے۔ کہ جہاں سامع کے نزدیک کوئی کام مشکل ہو فرمایا تیرے رب کے نزدیک کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ اس آیت سے پہلے اور پیچھے مشرکین کا ہی ذکر ہے۔

اور اس استثناء کے متعلّق یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ ہر ایک جگہ پر لیا جائیگا۔ جیسا کہ مفسرین نے بھی لکھا ہے:-

سأل حرب اسحاق بن راھویہ عن ھٰذہ الاٰیۃ فقال سألت اسحاق قلت قول اللہ خالدین فیہا مادامت السمٰوات والارض الا ماشاء ربک فقال اتت ھذہ الاٰیۃ علیٰ کل وعید فی القراٰن (حادی الارواح صفحہ ۳۲) کہ یہ استثناء قرآن مجید میں ہر ایک وعید کے متعلّق ہے۔ جہاں کہیں وعید ہے وہاں یہ استثناء بھی ضروری ہے۔

پس جہاں کہیں خالدین فیہا ابدا وغیرہ ایسے الفاظ جہنّمیوں کے لئے قرآن مجید میں بیان ہوئے ہیں۔ وہاں یہ استثناء بھی لیا جائیگا۔ خدا تعالیٰ نے جنّتیوں کے متعلّق اپنی مشیت کا اظہار عطاء غیر مجذوذ میں کر دیا۔ کہ وہ دائمی ہوگی۔ پھر اسی طرح دوزخیوں کے متعلّق فرمایا۔ وماھم بخارجین من النار کہ وہ آگ سے نکل نہیں سکینگے۔ اور جنّتیوں کے متعلّق فرمایا وماھم منہا بمخرجین کہ انہیں جنّت سے نکالا نہیں جائیگا۔ پھر فرمایا وفاکھۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ کہ جنّت کے میوہ جات

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مضمون ہے۔ اور اپنے اندر مختلف شقیں رکھتا ہے۔ مثلاً الہام کی ضرورت[۱] ۔ الہام کی کیفیت[۲]۔ الہام کے مدارج[۳] الہام کے اقسام[۴]۔ الہام کے سچا اور جھوٹا ہونیکا مابہ الامتیاز[۵]۔ کیوں ہر ایک انسان کو الہام نہیں ہوتا[۶]۔ آیا الہام غیر کے لئے حجت ہے یا صاحب الہام کے اپنے نفس کیلئے ہی دلیل ہے[۷]۔ وغیرہ ذالک۔ مگر ان مختلف شقوں کا بیان کرنا نہ تو موجودہ حالات کے مناسب ہے۔ اور نہ ہی حاضرین میں سے کوئی ایسا شخص ہے جو الہام کا منکر ہو اور ان شقوں کے متعلق اسے شک ہو۔ کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد الہام پر ہے۔ اس لئے باقی اقسام الہام سے بھی وہ متفق ہی ہیں۔

اس لئے میں یہی ضروری سمجھتا ہوں کہ موجودہ اجلاس میں وقت کے لحاظ سے جو سوالات ظاہر کیئے گئے ہیں انہیں کے متعلق کچھ عرض خدمت کیا جائے۔ پس واضح ہو۔ کہ:۔

سوال اوّل الخ: اندر کئی شقیں رکھتا ہے۔ پہلی شق تو یہ ہے۔ کہ الہامی کتاب سے کیا مراد ہے؟ دوسری شق یہ ہے اگر مختلف مذاہب کی کتابوں پر وہ تعریف صادق آتی ہو تو پھر اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ شق اوّل کے متعلق ہماری الہامی کتاب یوں فرماتی ہے۔ کہ الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ اس ایک چھوٹی سی آیت میں الہامی کتاب کی تعریف ایسے رنگ میں بتائی گئی ہے۔ جس سے الہامی کتاب کی غرض وغایت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ دنیا کے اندر چار قسم کی ہی علّتیں ہوتی ہیں۔ علّت فاعلیہ[۱]۔ علّت مادیہ[۲]۔ علّت صوریہ[۳]۔ علّت غائیہ[۴]۔ جب یہ چاروں علّتیں جمع ہو جائیں۔ تب وہ چیز کامل شمار ہوتی ہے۔ فرمایا۔ الٓمّٓ۔ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ میں خدا تعالیٰ جانتا ہوں کہ اس کتاب میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ ان لوگوں کیلئے سراسر ہدایت کا سرچشمہ ہے جو خدا تعالیٰ تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ دوسری جگہ اس تعریف کو مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ کہ الٓمّٓ۔ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ یعنی اس کتاب کو میں نے اتارا ہے۔ اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ کیونکہ یہ کتاب اس خدا تعالیٰ کی طرف سے جو تمام جہانوں کا ربّ یعنی پرورش کنندہ ہے۔ یہ کتاب اس خدا تعالیٰ مالک حقیقی کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ جس نے تمام جہانوں کو پیدا کر کے انکے طبعی تقاضوں کو پورا کیا۔ اور ایسے انتظام سے سلسلہ کائنات کو چلایا ہے۔ جس میں کوئی نقص وخلل نہیں۔ پینے کو پانی عطا کیا۔ بھوک کیلئے اناج اگایا۔ آنکھوں کے دیکھنے کو نور اور قسم قسم کی روشنی بخشی۔ سننے کیلئے اور دیگر کاروباری ضروریات۔ نیز زندگی کیلئے ہوا کو عطا کیا۔ غرضیکہ ہر جسمانی خواہشات کو پورا کیا۔ اور تمام طبعی تقاضوں کیلئے سامان مہیا فرمائے۔ تو جس خدا نے ایک فانی اور متغیر جسم کیلئے ایسے سامان پیدا کیئے ہیں۔ ایک نیست ونابود ہونیوالے خاکی پتلے کیلئے ایسے اسباب تجویز کیئے ہیں۔ جن میں کسی قسم کا خلل یا خرابی نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اُسی رب نے انسانی جسم کے دوسرے حصّے یعنی روح کیلئے جو کتاب نازل فرمائی ہو اسمیں بھی کسی کمی کا احتمال ہو۔ پس الہامی کتاب کی تعریف یہ بتائی کہ وہ احکام جو انسانوں کی ہدایت کیلئے خداتعالیٰ کی طرف سے ایک مجموعی حیثیت میں نازل کئے جائیں اور انکو کتاب وغیرہ سے موسوم کیا جائے۔ الہامی کتاب کہتے ہیں۔ دوسری جگہ اس قرآن کریم کو اپنی طرف سے بات کرنے کے لئے ایک عام فہم معیار بیان فرمادیا ان کنتم فی ریب ممّا نزلنا علیٰ عبدنا فأتوا بسورۃ من مثلہ یعنی اسے مخاطبین اگر تم کو اس کتاب میں شک ہے کہ آیا یہ کتاب خداتعالیٰ کی طرف سے ہے یا نہیں۔ تو ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے تم بھی عربی دان ہو۔ تم میں فصحاء بلغاء بھی موجود ہیں۔ ہمارا بندہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح ایک انسان ہے۔ جیسی ضروریات اُسے لاحق ہیں ویسی ہی تم کو۔ جیسے قویٰ اسکے ہیں ویسے ہی تمہارے ہیں۔ ایک سورۃ تم بھی اس قرآن کریم جیسی بنا کر لے آؤ۔ جو فصاحت و بلاغت سے متّصف ہو۔ اور وسیع معانی و مطالب اپنے اندر رکھے۔ کہ انسانی قویٰ اور انکے استعمال کیلئے ہر رنگ میں ایسا سبق دیوے جس سے خداتعالیٰ کا عشق ترقی کرے اور انسانی غرض بعثت پوری ہو۔ وہ کتاب عظیم الشان علوم غیبیہ پر بھی مشتمل ہو جو وقتاً فوقتاً پورے ہو کر انسان کی روحانی ترقی کا باعث بنیں۔

پس الہامی کتاب کی تعریف یہ ہوئی۔ کہ وہ احکام جو خداتعالیٰ کی طرف کسی مقرّب و بزرگ شخص کو محض انسانوں کی روحانی ترقیات کیلئے دیئے جائیں تا اس وقت کے لوگ اور آنیوالی نسلیں یکساں طور پر اس سے فائدہ اُٹھائیں۔ اور ان قواعد پر جو اوامر و نواہی کی قسم سے ہونگے انپر عمل پیرا ہو کر خداتعالیٰ کے وصل سے سرشار ہو سکیں۔ اُن احکام میں کچھ دعاوی اور دلائل ہونگے کچھ تمثیل کے طور پر پہلے لوگوں کے واقعات بتلائے جائینگے۔ وہ واقعات بھی دراصل احکام ہی ہونگے کیونکہ مختلف حالتوں میں اُن سے بھی سبق ملیگا۔

سوال اوّل کی شق ثانی کا جواب خداتعالیٰ نے یوں بیان فرمایا ہے۔ تاللہ لقد ارسلنا الیٰ امم من قبلك فزیّن لھم الشیطان اعمالھم فھو ولیّھم الیوم ولھم عذاب الیمٌ وما انزلنا علیك الکتٰب الّا لتبیّن لھم الذی اختلفوا فیہ وھدًی ورحمۃً لقوم یؤمنون (سورہ نحل) فرمایا۔ کہ شروع پیدائش سے لیکر انسانوں کی ہدایت کیلئے رسول آتے رہے اور اُنپر کتابیں بھی نازل ہوتی رہیں۔ مگر اُن لوگوں کی خواہشات نفسانیہ نے ان کے اعمال کو خوبصورت کر دکھایا۔ جو آج تک انکے ساتھ چلا جا رہا ہے۔ اور تکالیف کا باعث بنتا جا رہا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ اُن خواہشات نفسانیہ کے جزو مذہب بن جانے سے وہ خدا تعالیٰ کے وصل سے سرشار نہیں ہو سکتے۔ اور دن بدن پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ اسلئے ہم نے یہ کتاب صرف اسلئے نازل کی ہے کہ اے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم تو لوگوں پر کھول کھول کر صحیح باتیں بیان کر دے۔ کہ جن باتوں میں وہ اختلاف کر رہے ہیں۔ اور تاکہ یہ کتاب ایمان لانیوالوں کے لئے ہدایت اور اطمینان و رحمت کا باعث ہو۔

دوسری جگہ فرمایا۔ کہ ظَهَرَ الفساد فی البرّ والبحر بما کسبت ایدی الناس لیذیقهم بعض الذی عملوا لعلّهم یرجعون (روم) کہ دنیا میں فساد رُونما ہو گیا وہ لوگ جو اپنے آپکو کسی الہامی کتاب کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ بھی صحیح راستے پر قائم نہیں رہے اور وہ لوگ جو اپنے لئے کسی احکام شریعت کو صحیح نہیں سمجھتے وہ بھی خدا تعالیٰ سے دُور جا پڑے ہیں۔ یعنی وہ لوگ جو علماء یا رہبان کہلاتے ہیں وہ بھی اپنے اعمال و افعال کے لحاظ سے روحانیت سے خالی ہو گئے۔ اور وہ لوگ ناخواندہ تھے یا جو علماء وغیرہ کے ماتحت تھے انکی حالت بھی بدل گئی۔ یہ کیوں ہوا۔ صرف اسلئے کہ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے خرابی پیدا کر لی۔ اور اپنی کُتب میں اپنے ہاتھوں سے تصرّف کر لیا کہ اس کتاب کی اصلیت مفقود ہو گئی۔ اور اس کتاب کو خدا تعالیٰ نے اس لئے اُتارا ہے۔ تا لوگوں کو انکے اعمال کا نتیجہ بتایا جائے۔ اور تا وہ غور کر کے خدا کی طرف متوجہ ہوں۔ پس ان دونو آیات میں خدا تعالیٰ نے تین باتیں بتائی ہیں کہ جن کی وجہ سے قرآن کریم کے الہام کی ضرورت پڑی۔

پہلی اُمتوں نے اپنی خواہشات نفسانیہ کو اپنے مذہب کی جزو بنا لیا۔ اپنی الہامی کتاب میں انہوں نے ایسی تبدیلی کی۔ کہ اصلیت دنیا سے مفقود ہو گئی۔ ان دونو باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود ان کتابوں کے موجود ہونیکے پھر وہ کُتب لوگوں کی ہدایت و راستی کا موجب نہ ہو سکیں۔ اور اُن میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں رہا۔ جو اپنی کتاب پر چلکر یہ دعویٰ کر سکے کہ میں خدا تعالیٰ کا مقرّب ہو گیا ہوں۔ اور مجھے تازہ ثبوت ملتا ہے۔

پس اندریں حالات انسانوں کی ہدایت اور روحانیت حاصل کرانے کیلئے ضروری تھا۔ کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ہدایت نامہ آئے جو لوگوں کو خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔

پس ان آیات میں قرآن کریم نے اپنی ضرورت سے آگاہ کیا۔ اور دعویٰ کیا۔ کہ کوئی مذہب اپنی اصلیت پر قائم نہیں رہا۔ اس دعویٰ کے متعلق جب کوئی محقق انسان مختلف مذاہب کی الہامی کُتب کو پڑھیگا یا ان کے حالات کا اندازہ کریگا۔ تو اُسے اس دعویٰ کی سچائی کا قائل ہونا

پڑے گا۔ مثلاً

اس وقت دنیا میں تین بڑے بڑے مذہب ہیں جنکے نمائندوں کی طرف سے یہ دعویٰ پیش کیا جاتا ہے۔ کہ وہ عالمگیر ہیں۔ اور تمام دنیا کو چاہیئے۔ کہ اس کتاب کو قبول کریں۔ یعنی ویدک دھرم[۱] عیسائیت[۲] اسلام[۳]۔

ان تینوں مذاہب میں سے صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو صحیح اور سچا الہام پیش کرتا ہے۔ یا جسکی بنیاد ایک ایسے الہام پر ہے کہ جو ابد تک غیر متبدّل اور غیر متغیر رہے۔ مگر دوسرے مذاہب کی الہامی کُتب کا خدا تعالیٰ تک پُہنچانا علیحدہ رہا۔ انکی حقیقت و ماہیّت ہی ایسی مستور ہے۔ کہ کسی صورت میں یقین نہیں کیا جاسکتا۔ کہ وہ کتابیں آیا الہامی ہیں۔ وہ کلمات یا وہ آیات و منتر وغیرہ واقعی ایشوری گیان ہیں۔

ہر وہ انسان جو اِن مذاہب کا بغور مطالعہ کریگا۔ اور سچّی تڑپ سے سچّے مذہب کی تلاش کریگا اسکو اطمینان صرف اسلام کے الہام میں ہوگا۔ باقی دیگر الہامات میں اُسے شکوک و شبہات کا شکار ہونا پڑیگا۔ بجائے انکی تعلیم کا مقابلہ کرنیکے ان کتابوں کو پہلی سیڑھی میں ہی چھوڑ دیگا۔ کیونکہ وہ کتابیں اپنی اصلیت و حقیقت کے لحاظ سے ہی دنیا میں موجود نہیں ہیں۔ مثلاً ویدک دھرم جو پرلے ہی زمانے کا بتایا جاتا ہے۔ اس کی بُنیاد ویدوں پر ہے۔ قبل اسکے کہ ایک محقّق انسان اسکی تعلیم پر غور کرے یا اسکے احکام کو اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنائے۔ پہلے اسکی تعیین کریگا۔ کہ وید کس کتاب کا نام ہے۔ مگر میں افسوس سے کہونگا۔ کہ عام طور پر جو بتایا جاتا ہے۔ کہ وید چار ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے۔ اوّل اسلئے کہ خود ویدوں میں سے ہی چاروں ویدوں کا ثبوت نہیں۔ اور ہم دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ رِگ۔ یجر۔ سام تینوں ویدوں میں سے چار ویدوں کا نام اکٹھا دکھایا جائے۔ مگر ایں خیال است و محال است و جنوں۔ علاوہ اس بات کے تینوں ویدوں میں چاروں کی تعیین نہیں ہے۔ خود ہندوؤں کی مسلّمہ کتاب منوسمرتی یا سری کرشن جی مہاراج یا رام چندر جی مہاراج کے اقوال سے ہی تین ویدوں کا ثبوت نہیں ہوتا بلکہ ویدوں سے بھی ایسے منتر ملتے ہیں جن سے صرف تین کی تخصیص ہوتی ہے۔ دوسرا ثبوت یہ ہے۔ کہ اس وقت ہزارہا لوگ موجود ہیں جو شروع سے ہندوؤں میں چلے آرہے ہیں۔ کہ وہ تینوں ویدوں کو مانتے ہیں۔ کئی فرقے ایسے ہیں جو اتھرو وید کو وید نہیں مانتے۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ سب سے پہلا اور پُرانا وید صرف رِگوید ہے۔ بعض کا خیال ہے۔ کہ یجر وید اصل میں وید نہیں ہے۔ پس پہلی مشکل جو ایک محقق انسان کو ویدوں کے متعلّق پیش آتی ہے وہ یہی ہے۔ کہ ویدوں کی تعیین میں بہت بڑا اختلاف ہے۔

سناتنی ہندو جو قدیم حاملین وید شمار ہوتے ہیں۔ انکے نزدیک برہمن گرنتھ بھی ویدوں کا ایک حصہ ہیں۔ مگر آریہ سماج انکو وید شمار نہیں کرتی۔ اب آپ لوگ ہی غور کریں۔ کہ محقق انسان یا طالب نجات شخص اپنے عقیدے کی بنا کس وید پر رکھے۔ کس وید کو اپنا لائحہ عمل تجویز کرے۔

دوسرا سوال یا دوسری مشکل جو ویدوں کی تعیین و تحقیق میں پیش آتی ہے۔ وہ اسکی زبان کا مُردہ ہونا ہے۔ اگر وید مقدّس واقعی علوم روحانیہ کا بھنڈار تھا۔ یا اگر وید مقدّس ہی واحد ذریعہ خدا تعالےٰ تک پہنچنے کا تھا۔ تو ضروری تھا۔ کہ اسکی زبان کو زندگی دی جاتی۔ اور جب تک ویدوں کا وجود رہتا۔ اسوقت تک زبان بھی مروّج رہتی۔ تاکہ آنیوالی نسلیں بھی ویسا ہی فائدہ اُٹھاتیں۔ جیسا پہلے لوگوں نے اُٹھایا۔ آج اگر کسی وید منتر کے ترجمے میں اختلاف ہو تو اسکی زبان سے مدد لیکر صحیح نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ لیکن جبکہ سنسکرت زبان صفحہ دنیا سے اُٹھ گئی۔ اور کسی خطّے میں نہیں بولی جاتی۔ تو ویدوں سے کسی بات کا فائدہ اُٹھانا ہمارے لئے از حد مشکل ہو گیا۔ ہم اس کُتب کی طرف ہرگز توجہ نہیں کرسکتے جس کو ہم سمجھ نہیں سکتے۔ پس ویدوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہوا۔ جب اسکے لوازمات ہی موجود نہیں جن سے اسکی تعلیم کا پتہ چل سکے یا اسکے حقائق و معارف پر اطلاع ہو سکے تو وہ کسی فائدے کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ آج تک خود آریہ سماج بھی اسی امر کی شاکی ہے۔ کہ افسوس ہم میں کوئی ایسا پنڈت نہیں جو چاروں ویدوں کا عالم ہو۔ چنانچہ حال ہی میں پرکاش اخبار میں اس امر کی شکایت کیگئی ہے۔ نیز ہم ویدوں کی مختلف تفاسیر کو دیکھتے ہیں۔ تو اُن میں زمین و آسمان کا فرق ثابت ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو۔ مہی دھر۔ کا ترجمہ۔ پس ہم کیسے معلوم کریں۔ کہ وید کسی روحانیت کا سرچشمہ ہے۔

کیا ویدوں کی زبان مُردہ ہوجانے سے اس بات کا یقین نہ کیا جائے۔ کہ دراصل خدا تعالیٰ نے ویدوں کو تمام دنیا کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ بلکہ ایک خاص زمانے اور خاص ملک کے لئے نازل کیا تھا۔ ورنہ اگر تمام دنیا کیلئے ہوتا۔ تو کوئی وجہ نہیں۔ کہ اسکی زبان کو مُردہ کرکے آنیوالی نسلوں کو وید مقدّس کی روحانی باتوں سے محروم رکھا جاتا۔

تیسرا سوال یا بالفاظ دیگر تیسری مشکل جو ویدوں کی راہ میں پیش آتی ہے۔ وہ منزّل علیہ کا اختلاف ہے۔ یعنی ویدوں کے ماننے والے دو بڑے بڑے فرقوں سناتن دھرمی۔ آریہ سماجی صاحبان میں بڑا سخت اختلاف ہے۔ سناتن دھرمی صاحبان کہتے ہیں۔ کہ ویدوں کا اظہار برہما رشی پر ہوا تھا۔ مگر بالمقابل آریہ بھائی کہتے ہیں۔ کہ نہیں ویدوں کا ظہور چار رشیوں پر ہوا۔ جو اگنی۔ وایو۔

ادیتہ۔ انگرا کے نام سے موسوم تھے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ چار ناموں کے رشیوں کا بھی پتہ نہیں چلتا۔ ان کے تاریخی حالات محفوظ نہیں۔ جن سے ہم کو تسلی ہو۔ کہ ان کی ذات پر ان کے اعمال و افعال پر انکے اخلاق پر ویدوں نے کیا اثر کیا تھا۔ تاہم بھی اُسی اثر کی امید رکھیں۔

یہ اختلاف ایسا زبردست اختلاف ہے۔ جو دل میں کئی قسم کے شکوک و شبہات کا دروازہ کھول دیتا ہے۔ کیونکہ وہ لوگ جو دنیا میں وید وید پکار رہے ہیں اُن سے ہی ہم جب سُنتے ہیں۔ کہ وید ایسے پراچین زمانے کی کتاب ہے۔ کہ اسکے منزّل علیہ کا پتہ نہیں رہا۔ تو ہمیں حسرت سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ جس کتاب کا یہ حال ہو۔ اور اس کی تعیین ماہیتہ میں یہ مشکلات ہوں وہ ہم کو آئندہ کی زندگی میں کیا فائدہ دیگی یقیناً ہم کہینگے۔ کہ کچھ نہیں۔ جو کتاب اپنی ہستی کو قائم نہیں رکھ سکتی۔ وہ دوسرے لوگوں کی ہستی کو کیسے قائم رکھیگی۔

چوتھا سوال جو ویدوں کے متعلق پیش ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ وید مقدّس باوجودیکہ اربوں سال سے دنیا میں موجود ہیں۔ مگر آجتک ایک چھوٹے سے خطّے ہندوستان میں بھی مقبولیّت قائم نہیں کر سکے۔ یہ وہی وید ہیں۔ کہ جنکی امداد اور بھروسے پر ہزارہا سالوں سے ہندوستانی لوگ بُت پرست چلے آرہے ہیں۔ اور آجتک توحید کا علم اُن سے بلند نہیں کیا گیا۔ کیا یہ وہی وید مقدّس ہیں۔ جنکی تعلیم پر چل کر آجتک کوئی ایسا انسان نہیں ہُوا۔ جس نے دعویٰ کیا ہو۔ کہ مَیں خدا تک پہنچ گیا۔ خدا تعالیٰ کے جمال کو مَیں نے مشاہدہ کیا۔ خدا تعالیٰ نے مجھے ویدوں کے پرچار پر مقرر کیا ہے۔ یا وہ یہی کہے کہ ویدوں کے ایشور نے مجھے ویدوں کے مطالب ظاہر کرنے کے لئے طریقے بتائے ہیں۔ کیا یہ وہی وید نہیں کہ جس میں ایسا سخت اختلاف موجود ہے۔ کہ مورتی پوجا کی تائید بھی اسی سے ہوتی ہے۔ اور مورتی پوجا کا کھنڈن بھی اسی سے۔ کیا یہ وہی وید تو نہیں۔ کہ توحید کا پتہ بھی اسی سے لگتا ہو اور تثلیث و تخمیس بھی اسی سے ثابت ہو۔ یعنی ایشور مہاراج کے ساتھ جیو پرکرتی۔ اکاش۔ زمانہ کو بھی قدیم بالذات ماننے کا ثبوت ملتا ہے۔ کیا یہ وہی وید تو نہیں جس میں جنہوں نے کئی قسم کی زیادتیاں کر دیں۔ اور آجتک جس کے منتروں کی تعداد میں اختلاف چلا جاتا ہے۔

ان تمام باتوں سے اُس دعویٰ کی تصدیق ہوتی ہے۔ جو قرآن کریم نے بیان کیا تھا کہ کوئی مذہبی کتاب اپنی اصلی حالت میں ویسی کی ویسی موجود نہیں۔ (باقی دارد)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فصل البیان فی جمع القرآن

اس مضمون کے پچھلے نمبر میں جن دو روایتوں کا ذکر تھا (جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جناب رسالتمآب خود نہایت حسن انتظام سے اپنی نگرانی کے ماتحت قرآن کریم حفظ کروا دیا کرتے تھے۔) وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کتاب زبدۃ البیان فی مصاحف عثمان میں لکھا ہے۔ کان دأب الصحابۃ رض من اول نزول الوحی الیٰ اٰخرہٖ مسارعۃً الیٰ حفظہ (ترجمہ) تمام زمانہ نزول وحی میں اول سے لیکر آخر تک صحابہ کرامؓ کی یہ عادت تھی کہ وحی کو فوراً حفظ کر لیا کرتے تھے۔

(۲) حدیث شریف میں آیا ہے عن عبد اللہ ابن مسعودٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر اقراء علی القراٰن قلتُ اقراء علیک وعلیک انزل قال انی احب ان اسمعہٗ من غیری فقراءتُ سورۃ النساءِ حتی اتیتُ الیٰ ھٰذہِ الاٰیۃ فکیف اذا جئنا من کل امۃٍ بشھیدٍ وجئنا بک علیٰ ھٰؤلاء شھیدًا۔ قال حسبک الاٰن فالتفتہٗ الیہ فاذ عیناہٗ تذرفانِ۔ ابن مسعود روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے فرمایا مجھے قرآن سناؤ میں نے کہا قرآن تو آپ پر نازل ہوا ہے رسول خدا نے جواب دیا کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں۔ کہ کسی سے قرآن سنوں پس میں نے سورہ نساء پڑھنا شروع کیا یہاں تک کہ فکیف اذا جئنا.... الخ پڑھا تب رسول مقبول صلعم نے فرمایا کہ اب بس میں نے نظر کیا تو دیکھا کہ آنحضرتؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

عہد نبویؐ میں قرآن کریم لکھا گیا تھا

اس امر کو ثابت کرنے کے بعد کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہی اکثر صحابہؓ نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا ہم اس مضمون میں حفاظت قرآن مجید کے دوسرے پہلو پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں خدا تعالیٰ کی مقدس کتاب قرآن پاک ضبط تحریر میں آگئی تھی۔ ظاہر ہے کہ کسی کتاب کو محفوظ کرنیکے دو ہی طریق ہیں سینہ اور سفینہ اول الذکر طریق میں نسیان کا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اندیشہ ہوتا ہے مگر ثانی الذکر طریق میں کوئی ایسا اندیشہ نہیں سو قرآن کریم کو پوری طرح سے محفوظ کرنیکے لئے ضروری تھا کہ قرآن مجید لکھا بھی جاتا خصوصاً جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اُس زمانہ میں بھی تحریر کا رواج تھا اور تحریر کے اسباب بھی مہیّا تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ بانیٔ اسلام علیہ السلام قرآن کریم کو نہ لکھوا لیتے ایام جاہلیت میں بھی تحریر کا رواج تھا اس کا ایک حوالہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں جسمیں سرجارلس لائل نے لکھا ہے۔ کہ شہروں میں لکھنے کا رواج تھا اور اہم امور ضبط تحریر میں لائے جاتے تھے۔ اب ہم اس امر کے ثبوت پیش کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے وقت میں قرآن کریم لکھا گیا تھا۔ سب سے پہلے آیات قرآن سے ہی جواب دیا جاتا ہے۔

(۱) یاایّھا الّذین اٰمنوا اذا تداینتم بدین الیٰ اجل مسمّی فاکتبوہ۔ ایمان والو اگر تم آپسمیں وقت مقررۃ تک کیلئے دَین کا معاملہ کرو تو لکھ لیا کرو۔ اس آیت سے دو باتیں نہایت صفائی سے ثابت ہوتی ہیں اوّل یہ ہے کہ عہد نبوی میں تحریر کے اسباب مہیّا تھے اور لکھنے پڑھنے کا رواج تھا دوسرے یہ کہ مسلمانوں کو دنیاوی معاملات میں جنکا محفوظ و یاد رکھنا ضروری ہے حق تعالیٰ نے لکھنے کا حکم دیا۔ تو کس طرح سے ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم جس پر تمام دین کا دار و مدار ہے۔ لکھا نہ جاتا۔

(۲) انہ لقراٰن کریم فی کتاب مکنون لا یمسہ الا المطھرون۔ یہ قرآن بزرگ ایک محفوظ کتاب ہے۔ کسی کیلئے اس کا چھونا جائز نہیں مگر جو پاک ہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم غیر محرف و مبدّل کتاب ہے، اور جناب رسالتمآب کی عین حیات میں ہی ضبطِ تحریر میں آکر کتاب کی شکل اختیار کر چکا تھا۔ کیونکہ جسمانی کتاب ہو تب ہی لفظ مَس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مس تب ہی ہو سکتا ہے جب لکھی ہوئی کتاب ہو۔ قرآن مجید کے انگریزی مترجم راڈویل اس آیت کریمہ کے متعلق حاشیہ میں لکھتا ہے کہ اس آیت سے کم از کم اتنا ضرور ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے تحریر شدہ نسخے عہد نبوی میں ضرور استعمال ہوتے تھے۔

(۳) رسول من اللہ یتلوا صحفاً مطھرۃ فیھا کتب قیمۃ۔ محمد رسول اللہ اللہ کی طرف سے رسول ہے، اور پاک صحف پڑھ سناتا ہے جسمیں مضبوط کتب ہیں صحف کے معنی اقرب الموارد میں لکھے ہیں:۔ قرطاس مکتوب۔ یعنی لکھا ہوا ورق۔ مفردات امام راغب میں ہے۔ التی مایکتب فیھا یعنی وہ چیز جسمیں لکھا جائے۔ آیت شریفہ کا ترجمہ ہوگا کہ رسول خدا اللہ کا رسول ہے اور قرآن پڑھ کے سناتا ہے جو لکھے ہوئے پاک اوراق ہیں۔ اور مضبوط سورتوں پر مشتمل ہیں۔ کیونکہ کتاب سورتوں کو بھی کہا گیا ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

قرآن کریم عہد نبوی میں لکھا گیا ثبوت از احادیث

(۱) مجمع الزوائد جلد ۱ صفحہ ۶۰ عن زید ابن ثابت قال کنت اکتب الوحی لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکان اذ نزل علیہ الوحی اخذتہ برحاء شدیدۃ عرق عرقاً شدیداً مثل الجمان ثم سُرّی عنہ فکنت ادخل علیہ بقطعۃ الکتف او کسرۃ فاکتب وھو یملی علیّ فما افرغ حتی تکاد رجلی تنکسر من ثقل القرآن حتی اقول لا امشی علی رجلین ابداً فاذ فرغت قال اقرأ فاقرأہٗ فان کان فیہ سقط اقامہ ثم اخرج بہ علی الناس۔ زید ابن ثابت روایت کرتے ہیں کہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وحی لکھا کرتا تھا۔ جسوقت وحی نازل ہوتی تھی اسوقت رسول کریمؐ کو نہایت گرانی ہوتی تھی۔ موتی کی طرح پسینہ نمودار ہوتا تھا۔ جب وحی ختم ہوجاتی تھی تو میں شانہ کی ہڈی کو لیکر حاضر ہوجاتا تھا تو حضورؐ بتلاتے جاتے تھے اور میں لکھتا تھا مجھے اسقدر تکان ہوتی تھی کہ میں محسوس کرتا کہ میرے پاؤں ٹوٹ جاتے ہیں اور میں چل نہیں سکونگا جب میں لکھ لیتا تھا تو حضورؐ فرماتے تھے کہ سناؤ تو میں پڑھتا تھا۔ اگر اس میں غلطی ہوتی تو آپ درست کردیتے تھے پھر میں اسکو لیکر لوگوں میں جاتا تھا۔

(۲) عن البراء قال لما نزلت لا یستوی القاعدون من المؤمنین قال النبیؐ ادعو فلاناً فجاءہٗ ومعہ الدوات واللوح او الکتف فقال اکتب۔ براءؓ سے روایت ہے کہ جب قرآن کی آیت لا یستوی الخ نازل ہوئی تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ فلاں لکھنے والے کو بلاؤ وہ شخص دوات اور تختی یا شانے کی ہڈی کو لیکر حاضر ہوا آپ نے فرمایا لکھو۔

(۳) عن عبد اللہ ابن عمر قال بینما نحن حول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکتب اذ سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای المدینۃ تفتح اولاً قسطنطنیہ او رومیہ فقال النبی ...ل مدینۃ ھرقل (دارمی صفحہ ۶۸) ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہؐ کے چاروں طرف حلقہ کئے ہوئے (قرآن) لکھ رہے تھے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ قسطنطنیہ یا رومیہ میں سے پہلے کونسا شہر فتح ہوگا۔ فرمایا ہرقل کا شہر پہلے فتح ہوگا۔

(۴) عن ابی سعید ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تکتب عنی شیئاً الا القرآن فمن کتب عنی غیر القرآن فلیمحہٗ۔ دارمی ابوسعید اور مسلم میں ابن مسعودؓ سے روایت ہے۔ کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ مجھ سے سوائے قرآن کریم کے اور کچھ نہ لکھا کرو۔ اگر کسی نے قرآن کے سوائے مجھ سے کچھ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

لکھا ہو تو مٹا دے۔

عہدِ نبوی میں قرآن مجید کے لکھے جانے کے ثبوت میں مَیں ایک مشہور تاریخی واقعہ کو بیان کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ ایک دن حضرت عمرؓ بن خطاب فوجی لباس و شمشیر براں زیب تن کئے ہوئے دل میں یہ ٹھان کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالوں گا باہر نکلے اور آنحضرتؐ کے مکان کی طرف رُخ کیا رستہ میں یہ معلوم کر کے کہ ان کی ہمشیرہ اور بہنوئی حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے ہیں انکے گھر کی طرف روانہ ہوئے مکان پر پہنچتے ہی اندر سے تلاوت قرآن مجید کی آواز کان میں پہنچی باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت فاروق اعظمؓ کی آواز سُنتے ہی حضرت خبابؓ جو اسوقت حضرت عمرؓ کی ہمشیرہ اور انکے بہنوئی کو (سورہ طٰہٰ) قرآن پڑھا رہے تھے کمرے کے ایک کونہ میں جا کر چھپ گئے اندر داخل ہو کر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ مَیں نے سُنا کہ تم آبائی مذہب کو ترک کر کے داخلِ اسلام ہو چکے ہو۔ اپنے بہنوئی سے اثبات میں جواب سُنکر فاروقِ اعظمؓ آگ بگولہ ہو گئے اور بہنوئی پر ٹوٹ پڑے خوب زد و کوب کیا انکی بہن جنہوں نے بغل میں قرآن شریف چھپایا ہوا تھا اپنے شوہر کو بچانے کے لئے گئیں انکو بھی سخت چوٹیں آئیں مگر انکے دل میں ایمان راسخ ہو چکا تھا۔ وہ ڈرنے والی نہ تھیں نہایت ہی دلیری اور جرأت سے بھائی سے مخاطب ہوئیں۔ "کہ اسلام دینِ حق ہے ایمان ہمارے رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے۔ ہم نے دینِ اسلام کو قبول کرنیکا شرف و سعادت حاصل کیا جس پر جان و مال نثار کرنا ہم عین راحت خیال کرتے ہیں"۔ اس جواب کا اثر بجلی کی طرح حضرت عمرؓ پر ہوا اور نہایت ہی مرعوب ہو کر اپنی ہمشیرہ سے سورہ طٰہٰ کا نسخہ مانگا ہمشیرہ نے جواب دیا کہ یہ پاک کتاب تمہیں نہیں مل سکتی جب تک غسل کر کے پاک صاف نہ ہو جاؤ۔ مذکورہ بالا واقعہ سے موجودہ بحث پر کافی وافی روشنی پڑتی ہے اور بدلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے عہد مبارک میں قرآن مجید لکھا گیا تھا۔

مختلف ٹریکٹ

رسالہ لا مہدی الا عیسیٰ ۴ر چند کارآمد حوالے نمبر ا۔ نمبر ۲۔ ۲ر شیعہ سوراج ا۔ آریہ سماج و گاندھی جی۔ ۲ر مسیح موعود و امت محمدیہ ار اسلام کی اندرونی تصویر۔ ۲ر کفارہ ار بطلان مسئلہ قدامت روح و مادہ ار ذبیحہ گاؤ اور ہندوؤں کے وید شاستر ار چھ ماہ کے پیر بخشی رسالوں کا جواب ا۔ بانیِ آریہ سماج کے اقوال میں تناقض۔ ۲ر تبرّا کا عدم جواز کتب شیعہ میں ۲ر احمدی عقائد۔ ۲ر الدجال ۴ر براہین العقائد ۸ر معارف القرآن ۸ر مقصد مذہب ۳ر سلسلہ احمدیہ تصوف ۵ر اہل بہاء کی شریعت جدیدہ ۶ر کمالات احمدیہ ۶ر مباحثہ سرگودھا ۶ر الاستخلاف ۴ر التشریح الصحیح فی نزول المسیح ۶ر آسمانی گولہ ار اسلامی قادر مطلق اور آرین سرو شکتیمان ۴ر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

وپھل وغیرہ غیر منقطع ہونگے پھر فرمایا ولکم فیھا ما تشتھیہ الانفس کہ جنّتیوں کو ان کی حسب خواہش سب کچھ دیا جائیگا۔ پس جنّت کے دائمی غیر منقطع ہونیکے متعلق قرآن مجید کی آیات واضح طور پر دلالت کرتی ہیں۔

جنّت کیوں دائمی ہے دوزخ کیوں نہیں؟

سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کی زندگی محدود اور اسکے اعمال محدود۔ تو محدود کا نتیجہ غیر محدود کیسے مل سکتا ہے۔ آریہ کہتے ہیں۔ کہ محدود کا غیر محدود بدلہ دینا تو عدل کے خلاف ہے۔

جواب۔ جاننا چاہیئے کہ نیک اعمال کا نتیجہ جنّت اور آرام خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوگا۔ اور خدا تعالےٰ کا فضل غیر محدود ہے۔ اسلئے وہ بھی غیر محدود ہو سکتا ہے۔ کسی کے نیک کام کا زیادہ بدلہ دینا عدل کے خلاف نہیں ہوتا بلکہ یہ رحم اور فضل کہلاتا ہے۔ اسی وجہ سے جنّت تو ہمیشہ ہمیش کیلئے ہوگی۔ مگر اعمال محدودہ کی غیر محدود سزا دینا البتہ عدل کے خلاف ہے۔ اسی لئے دوزخ دائمی نہیں ہوگی۔ اور نیز یہ صفت مالکیّت کے بھی خلاف ہے۔ کہ دوزخیوں کو دائمی عذاب دیا جائے۔ کیونکہ جب مالک کو معلوم ہوجائے کہ میری مملوکہ چیز میں اب نقائص نہیں رہے۔ تو وہ اسکو یونہی عذاب نہیں دیا کرتا۔

پھر اللہ تعالیٰ جنّتیوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وتلک الجنّۃ التی اورثتموھا بما کنتم تعملون کہ جنّت تمھارے اعمال کے عوض میں بطور ورثہ کے ملی ہے۔ یعنی تمھارے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جو اعمال تم دنیا میں کرتے تھے۔ انہی کے مقابل میں یہاں بطور ورثہ کے جنّت تیار ہو رہی تھی۔ پس جب وہ جنّت جیسے راحت افزا مقام میں جائینگے۔ تو بلحاظ انسانیت ضرور ہے کہ وہ شکریہ میں مشغول رہیں۔ اور حمد و ثنا کریں تمام خلق سے عموماً اور ابنائے جنس سے خصوصاً پیار و محبّت کریں۔ اور بُغض و کینہ و عداوت سے باز رہیں اور جنّتی یہ سب کام بجا لائینگے۔ اللہ تعالیٰ انکے حق میں فرماتا ہے۔ دعواھم فیھا سبحانک اللّٰھم وتحیتھم فیھا سلام واٰخر دعواھم ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔ اسی طرح فرماتا ہے وقالوا الحمد للّٰہ الذی صدقنا وعدہٗ واورثنا الارض نتبوأ من الجنۃ حیث نشاء فنعم اجر العاملین۔

باہمی تعلّقات کے متعلق فرمایا ونزعنا ما فی صدورھم من غل اخوانا پس جب وہ حقوق العباد بھی ادا کریں گے اور انکے آپس کے تعلّقات درست ہونگے۔ اور حقوق اللہ بھی بجالا ئینگے۔ اور ہر وقت تسبیح و تحمید و تقدیس الٰہی میں لگے رہینگے۔ تو ضروری ہُوا۔ کہ وہ ہمیشہ جنّت میں رہیں۔ کیونکہ جنّت، انہی نیک اعمال کے نتیجہ میں ہے۔ اور انکے درجات بلند ہوتے رہیں۔ حدیثوں میں انکے درجات کی بلندی کی تصریح آتی ہے۔ مگر قرآن مجید میں بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ دُعائیں کرینگے ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اسوۂ سیّد الانام

بجواب

محمدؐ صاحب از روئے اسلام

(گذشتہ سے پیوستہ)

مزعومہ حاجیوں کی بُت پرستی

پھر مَیں کہتا ہوں۔ دیکھو تم لوگ کہتے ہو۔ کہ اہلِ عرب بڑے نیک و پاک تھے۔ اسلئے کہ وہ حج کعبہ کیا کرتے اور طواف کرتے تھے۔ مجھے بتلاؤ۔ کہ کیا یہ وہی اہلِ عرب تو نہیں۔ جنہوں نے خود بیت اللہ کے اندر۔ سو نہیں دو سو نہیں۔ تین سو نہیں۔ بلکہ ۳۶۰ بُت پتھّر کے بنا رکھے تھے۔ اور اُس گھر میں جو محض اسلئے بنایا گیا تھا۔ کہ تا خدا کی وحدانیت اور اسکے جلال کا جلوہ گاہ ہو۔ اور تا اسکے ذریعے ایک عالم پر اُسکی توحید کا بول بالا ہو۔ یہ اہلِ عرب بتوں کے آگے گرتے اور اپنی پیشانیوں کو رگڑتے۔ ... اپنے آنسوؤں کو بہاتے اور فریاد و تضرّع کرتے مَیں نہیں سمجھ سکتا۔ کہ کس طرح ایسا حج کعبہ کرنیوالے عرب مادر زاد ننگے ہو کر طواف کرتے ہوں۔ اور بیت اللہ کے اندر جاکر پتھّر کے بیجان اور بے روح بتوں کے آگے گرپڑتے ہوں۔ اُف کیا ہی دل دہلا دینے والا واقعہ ہے۔ کہ عرب کے باشندوں نے حج کعبہ کی اصل غرض کو مفقود کر دیا۔ اسکے صحیح نظام کو بدل ڈالا۔ اُس خدا کے قائم کردہ مرکز میں بتوں کی ایک بڑی تعداد کو لا رکھا۔ اُنہوں نے خدا کو بھلا کر اپنے بتوں کو پوجا۔ اپنے مولیٰ سے رُوگردان ہو کر منگھڑت بُتوں کو خدائی مرتبہ تک جا پہنچایا۔ اُنہوں نے ننگ دھڑنگ بیت اللہ کا طواف جاری رکھا۔ پھر بھی عیسائی کہتے ہیں: کہ وہ نیک ہی تھے۔ سُبحان اللہ بھلا تقویٰ و طہارت سے اُنہیں کیا نسبت۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اُن کی اس حالت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ وما کان صلوٰتہم عند البیتِ الّا مُکاءً و تصدیہ (پ ۹ سورۂ انفال) یعنی اُن کی نمازیں کیا تھیں سیٹیاں اور تالیاں بجانا۔ اور ایسی عبادات کسی صورت میں بھی خدا کے قریب لے جانیوالی نہیں ہوسکتیں اور کسی صورت میں بھی ایسے لوگوں کی شرافت اور پاکیزگی کا مظہر نہیں بن سکتیں۔ اور دراصل اس

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اس اعتراض کا ایک رنگ میں جواب دیا ہے۔ جو ہمارے پادری صاحب کی طرف سے ہم پر عائد ہُوا۔ اور وہ یہ کہ اُنکی کوئی نماز اور اُنکی کوئی عبادت اُنہیں خدا کے قریب لیجانیوالی نہیں ہوئی اور اُنہیں محبّت ایزدی میں بڑھانیوالی ثابت نہیں ہوتی۔ اور اس لحاظ سے وہ اعمال عبادات کہلانے کے مستحق ہی نہ تھے۔ اور اُن کی پاکیزگی پر دلالت کرنیوالے ہرگز نہ تھے۔ پس جبکہ وہ اعمال عبادات اور زہد و تعبّد ہی میں شامل نہ تھے۔ تو کس طرح ایسے اعمال رکھنے والے لوگ زاہد۔ اور عابد کہلا سکتے ہیں ؁

کثرت و قلّت کا فرق

پھر کچھ اور بھی سُن لو۔ دنیا میں ہمیشہ سے یہ قاعدہ چلا آیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی کا فتویٰ ہمیشہ کثرت اور قلّت کو دیکھتے ہوئے اطلاق پذیر ہُوا کرتا ہے۔ یعنی جب ہم کسی گروہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ نیک اور پاک جماعت ہے۔ تو ہمارا منشاء اُس سے یہی ہوتا ہے کہ اُس جماعت کا کثیر حصّہ نیکی اور تقویٰ کی وجہ سے مشرّف وممتاز ہے۔ اور جب ہم کسی شخصِ واحد کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ مثلاً زید بڑا پارسا ہے۔ تو اس سے بھی ہماری مراد صرف اِسیقدر ہوتی ہے کہ زید میں نیکی اور تقویٰ کا حصّہ بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اسی طرح بالمقابل اسکے جب ہم کسی گروہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ وہ تقویٰ وطہارت سے تہیدست ہے۔ تو اس سے یہی کچھ منشاء ہوتا ہے کہ کثیر حصّہ اُس جماعت کا شرارتوں میں بڑھا ہُوا اور پاکیزگی کے اصل راستہ سے ہٹا ہُوا ہے۔ اور اسی طرح جب کسی فردِ واحد کے بارے میں ہماری رائے یہ ہوتی ہے کہ وہ بد اخلاق اور بدچلن ہے۔ تو اس سے بھی یہی کچھ مراد ہوتی ہے۔ کہ اس کی بدیاں اور بُرائیاں اُسکی نیکی کے پہلو پر غالب اور حاوی ہیں۔ وگرنہ کوئی بھی بدکار نہیں۔ جس میں ایک بھی خوبی نہ ہو۔ اور اکثر نیک و پاک کہلانیوالے ایسے ہوتے ہیں جنمیں کوئی نہ کوئی کمزوری ضرور پائی جاتی ہے۔ مگر چونکہ نیکوں کی کمزوریاں اور بدوں کی نیکیاں بہت شاذ و نادر ہوتی ہیں۔ اسلئے ہر شخص اُنہیں نظر انداز کر دیتا ہے۔ اور النادر کالمعدوم کے ماتحت اور کثرت و قلّت کا فرق دیکھتے ہوئے اُن کے متعلّق ایک فیصلہ کر لیا جاتا ہے۔ جس فیصلے کے ماتحت اُسوقت تک چلا جاتا ہے۔ جب تک کہ حالات نہ بدلیں۔ اور نیکی کا پہلو بدی پر یا بدی کا پہلو نیکی پر غالب نہ ہو جائے۔ اس اصل کو قائم کرتے ہوئے اب میں اپنے پادری صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے اُنہیں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ بالفرض اگر ہم مان بھی لیں۔ کہ اہلِ عرب

Digitized by Khilafat Library Rabwah

علامت تھا۔ تو بھی ہم صرف اِس ایک عبادت کو لیکر اُنہیں نیک اور پاک نہیں کہہ سکتے جبتک کہ ہم اُن کے اکثر حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے اُنہیں نیکی کے جامہ میں ملبوس نہ پائیں۔ اور اُنہیں محبّتِ الٰہی میں گداز رہنے والا نہ دیکھیں۔ کیا ایک ایسا شخص جو زانی اور بدکار ہے۔ ڈاکو اور قاتل ہے۔ ظالم اور غاصب ہے۔ صرف اپنے والدین کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنیکی وجہ سے نیک اور پاک کہلا سکتا ہے۔ جبکہ والدین کی اطاعت ایک نیکی ہے۔ اور اُنکی فرمانبرداری رضاء باری تعالیٰ کو جذب کرنیوالی مقناطیس۔ وہ ہرگز نیک اور پاک نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ ہر ایک شخص یہ کہہ اُٹھیگا۔ کہ باوجود اسکے کہ والدین کی اطاعت نیکی ہے۔ اور اُنکی فرمانبرداری ایک بڑی خوبی۔ پھر بھی اسلئے کہ اُسکی بدیاں بڑھی ہوئی ہیں۔ اور برائیاں ترقی پر۔ اُسکی یہ نیکی نظرانداز کردیجائیگی۔ اور یقیناً پردۂ خفا میں چھپی رہیگی۔ پس اسی مثال کے ماتحت میں اپنے قارئین کرام سے یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اہلِ عرب کے تمام تر حالات کا وہ مطالعہ کریں۔ اور چشم انصاف سے اُنہیں دیکھیں اور پھر بعد اسکے اگر وہ اُنہیں نیکیوں میں ترقی یافتہ پائیں۔ تو بیشک اُنکی نیکی کا وہ فتویٰ صادر کردیں۔ اور جو اُنہیں بدیوں اور برائیوں میں بڑھا ہُوا پائیں۔ تو اس خوبی اور نیکی کو (بشرطیکہ یہ اُنکی خوبی اور نیکی تسلیم کرلی جائے) نظرانداز کردیا جائے۔ اور یہ سمجھ لیا جائے۔ کہ باوجود ایک نیکی کرنے کے اور باوجود ایک خوبی اپنے اندر رکھنے کے بوجہ اور کثیر التعداد برائیوں کے اور کثیر التعداد بدیوں کے وہ بُرے اور بد کہلانے کا ہی استحقاق رکھتے ہیں۔ نہ کہ نیک اور پاک جیسے قابلِ تعظیم نام سے مشہور ہونیکا حق۔

مَیں نے غور کیا اور بہت غور کیا۔ مگر مجھے یہی سمجھ آیا۔ کہ اہلِ عرب کے حجِ کعبہ کی مثال مسیح علیہ السلام کے اُس قول کی مانند ہے جو وہ یہودیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں۔ یعنی یہ کہ :-

"اے اندھے راہ بتانے والو۔ جو مچھّر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔" متی ۲۳/۲۴

اور یا اس قول کی مانند۔ کہ :-

"تم سفیدی پھری ہوئی قبروں کی مانند ہو۔ جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں
مگر اندر مُردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔" متی ۲۳/۲۷

بعینہٖ اسی طرح اہلِ عرب شاذ و نادر کے طور پر کبھی نیکی اور تقویٰ کا کام بھی کرلیا کرتے تھے۔ مگر اسلئے کہ بہت سی برائیاں اُنکی ہر جانب احاطہ ڈالے کھڑی تھیں۔ اُن کے آگے بھی اور اُنکے پیچھے بھی۔ اُنکے اوپر بھی اور اُنکے نیچے بھی۔ اُنکے دائیں بھی اور اُن کے بائیں بھی۔ اور اسلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بھی کہ ہر لمحہ انہوں نے بدیوں میں ترقی کی۔ اور برائیوں میں زیادتی حاصل کی۔ وہ اسی قابل رہے۔ کہ انہیں اشرار میں شمار کیا جائے۔ اور نیکی و تقوی کو اُن سے منسوب کرتے ہوئے شرافت اور نجابت کی اصلیت کو نہ کھویا جائے۔

الزامی جواب

پھر اگر کوئی عیسائی یہ حق رکھتا ہے کہ وہ ہم پر اسی طرح کے سوالات کرے۔ تو پھر ہم بھی یہ اپنا حق سمجھینگے۔ کہ اُن عیسائی مصنّفین سے کچھ اسی قسم کا سوال کریں۔ اور اُنپر حجت پوری کرنے کی غرض سے اور انہیں لاجواب ٹھیرانے کے لئے اُس سوال کے جواب کا مطالبہ کریں۔

مَیں یہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کہ کیا حضرت مسیح علیہ السّلام کے وقت اِس زمانہ کے یہودی بڑی لمبی چوڑی نمازیں نہ پڑھا کرتے تھے۔ گو یہ کہدو کہ وہ ریاکار ہی سہی تھے۔ مگر اِسمیں شبہ نہیں۔ کہ وہ ضرور نمازیں پڑھتے اور عبادتیں کیا کرتے تھے۔ مرقس میں لکھا ہے۔ کہ

"وہ بیوہ عورتوں کے گھروں کو دبا بیٹھتے ہیں۔ اور دکھاوے کیلئے نماز کو طول کر دیتے ہیں" (مرقس ۱۲/۴۰)

پھر کیا وہ تبلیغ کا کام سرانجام نہیں دیتے تھے۔ اور کیا لوگوں کو وہ اپنی پوری کوشش اور سعی سے اپنے اندر شامل نہیں کرتے تھے۔ متی لکھتا ہے کہ مسیح علیہ السّلام اُنہیں کہتے ہیں:۔

"اے ریاکار۔ فقیہو اور فریسیو تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لئے تری اور خشکی کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ مرید ہو چکتا ہے تو اسے اپنے سے دونا جہنّم کا فرزند بنا دیتے ہو" (متی ۲۳/۱۵)

پھر کیا وہ یہودی اپنی ظاہری شکل و صورت میں راستباز اور نیکو کار نظر نہ آتے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اُنہیں کہتے ہیں کہ:۔

"تم بھی ظاہر میں تو لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو۔ مگر باطن میں ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو" متی ۲۳/۲۸

اب کیا کوئی یہ سوال نہیں کر سکتا کہ کس لئے جبکہ اُس زمانہ کے یہودی نمازیں پڑھتے تبلیغیں کرتے۔ اور مومنانہ شکل و صورت میں نظر آتے تھے۔ مسیح علیہ السّلام کے آنیکی ضرورت آپڑی۔ اور اُن کی ہدایت و رہنمائی کے لئے کسی ہادی اور رہنما کی حاجت محسوس ہوئی۔ اب اگر ان حالات میں بھی کہ لوگ نمازیں پڑھتے ہوں۔ اور اپنے مذہب کی اشاعت میں کوشاں رہتے ہوں کسی برگزیدہ کی ضرورت محسوس ہو جاتی ہے۔ اور کوئی نہیں کہتا کہ یہ رسول بلاضرورت اور بے وقت آیا۔ تو پھر کیوں اور کس لئے جبکہ اہل عرب صرف رسمی طور پر حج کعبہ کرتے تھے اور اپنے اعمال و افعال میں وہ تہذیب اور شائستگی سے ۔۔۔۔۔۔ کوسوں دور تھے ایسے ناہنجار لوگوں کی اصلاح و درستگی کے لئے جب الٰہی پیغام برآیا۔ تو آپ لوگ یہ کہنے لگ گئے۔ کہ وہ تو بڑے نیک و پاک تھے۔ شریف و نجیب تھے ہر طرح قابلِ تعریف اور لائقِ صد ہزار ستائش تھے۔ اُنکی ہدایت کیلئے رسول کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بعثت کیسی۔

دیکھو میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ اہل عرب کا حج کعبہ صرف ایسا ہی تھا۔ جیسے کسی کا نام صالح یا تقی ہو۔ مگر اپنے افعال میں وہ غیر صالح اور غیر متقی ہو۔ ایک کہنے والا یہی کہتا چلا جائے۔ کہ چونکہ اس کا نام صالح یا تقی ہے۔ اس لئے وہ ضرور ہی متقی ہے۔ چاہئیے کہ حقیقت کو دیکھا جائے۔ اور اصلیت کو نکالا جائے۔ بسا اوقات ایک ناواقف اور نادان شخص معمولی پتھر کو ایک بیش قیمت ہیرا سمجھ لیتا ہے۔ اور اکثر دفعہ عمدہ اور اعلیٰ موتی ناواقف کی نگاہ میں حقارت سے دیکھا جاتا ہے۔ مگر جوہری ہی جانتا ہے کہ عمدہ اور بیش قیمت موتی کونسا ہے اور معمولی اور حقیر پتھر کونسا۔

پس دو چیزوں کی مشابہت سے دھوکہ نہ کھایا جائے۔ بلکہ کھرے اور کھوٹے کا حسن و خوبی پتہ لگایا جائے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حج کعبہ پر جس حد تک میں بحث کر چکا ہوں۔ وہ ایک طالب حق کے لئے بہت کافی ہے۔ اور اب میں اپنے پادری صاحب کے اُن دوسرے دلائل و براہین کی جانب توجہ کرتا ہوں۔ جنکو اُنہوں نے اپنے اسی زعم باطل کے تائیدی اثبات میں درج رسالہ کیا ہے ۔ (باقی دارد)

پیدائش عالم

پر

آریہ سوالات کے اسلامی جوابات

آریہ مسافر لکھنؤ جلد ۴۔ نمبر ۱۱ بابت اپریل ۱۹۲۳ء کے صفحہ ۳۲ پر پنڈت دھرم بھکشو نے "محمدی و مسیحی علماء سے چند سوالات" شائع کیے ہیں۔ اور یہ وہ سوالات ہیں جو ہمیشہ آریہ سماجی پرچارک مختلف شکلوں میں پیش کرتے رہتے ہیں۔ اور ان سوالوں کو لاجواب ۔۔۔ سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے میں ایک دوست کی درخواست پر بفضل الٰہی ان سوالات کا جواب اسلامی نقطۂ نگاہ سے عرض کرتا ہوں۔

پہلا سوال۔ جب ذات حق کے سوا کچھ نہ تھا تو کونسی ضرورت خدا کو لاحق آئی جو اس عالم کو پیدا کیئے بغیر پوری نہ ہو سکتی تھی۔ مشاہدات کے طور پر کام تین اغراض کے لئے ہوتا ہے یا تو بلحاظ استکمال ذاتی یا بلحاظ استکمال غیرے یا فعل عبث۔ پس اگر خدا نے اپنی غرض کی تکمیل کے لئے عالم کو خلق کیا تو وہ ذات خداوندی ناقص ہوئی۔ اور محتاج الی الغیر۔ ورنہ کونسی کمی اور کونسا نقص تھا جسکو پورا کرنے کیلئے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

تخلیق لازمی تھی۔ اور پھر جب یہ دنیا پیدا ہو گئی تو خدا کی ذات میں کیا اضافہ ہو گیا۔ اور اگر کسی غیر کے اغراض کی تکمیل مدِ نظر تھی تو جب ماسوائے اس ذات اقدس کے کچھ تھا ہی نہیں۔ تو یہ غایت بھی کیونکر تسلیم کیجا سکتی ہے۔

الجواب۔ وہ انسان بہت ہی نادان ہے جو پرائی بدشگونی کی خاطر اپنی ناک کٹواتا ہے۔ اور پھر سمجھتا ہے کہ اس نے بہت ہی اچھا کیا۔ کیا آریہ سماج سچ مچ اس بات کی قائل نہیں کہ اگر مادہ اور ارواح نہ ہوتے تو پرمیشور کچھ بھی نہ کر سکتا۔ جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ وہ اپنی قدرتوں کے اظہار کے لئے روح و مادہ کا محتاج ہے۔ پھر معلوم نہیں آریہ کس منہ سے خدا تعالیٰ کو خالق ماننے کی صورت میں محتاج الی الغیر ہونے کا اعتراض کرتے ہیں تو جب خدا تعالیٰ کو ایسا قادر مان لیا جائے کہ وہ ہر شئے جسے چاہے اسے معدوم سے موجود کر دے تو ذات باری تعالیٰ کبھی بھی اس مخلوق کی محتاج نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ مخلوق اس ذات کی محتاج رہیگی جس نے اسے جامہ وجود بخشا کیونکہ جو اپنے موجود ہونے میں محتاج ہے وہ بہرحال محتاج ہے۔

ممکن ہے کہ کوئی ہوشیار آریہ سماجی بول اٹھے کہ کسی شئے کی خواہش کرنا ہی خواہش کرنیوالے کی کمی یا نقص کی دلیل ہے جیسے کسی کو پانی کی خواہش کا ہونا اسکے پیاسے ہونیکی دلیل ہے اور پیاس ایک نقص یا کمی ہے۔ ایسے مہاشہ کو بولنے سے پہلے ذرا یہ غور کر لینا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ ایسی خواہش سے پاک ہے کیونکہ اس میں کوئی کمی یا نقص نہیں ہے البتہ اس میں یہ کمال ہے کہ مخلوق کی تمام حاجات کو پورا کرنے کی اہمیں رکھتی ہے اگر ضرورتمندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنا کوئی نقص یا کمی ہے تو اسلام کی رو سے یہ کوئی نقص نہیں ہے بلکہ کمال ہے جس سے آریوں کا ایشور غالباً نہیں یقیناً محروم ہے۔

تین اغراض جن کے لئے کام ہوتا ہے ان میں سے استکمال ذاتی تو یقیناً خدا تعالیٰ کے لئے کہنا ہی گناہ ہے کیونکہ وہ ذات تمام صفات حسنہ سے موصوف ہے اور ہر صفت درجہ کمال پر ہے اور لاانتہا ہے پس ایسی ذات کا اپنی تکمیل کے لئے فعل کرنا بالکل بے معنی ہے۔ دوسری غرض استکمال غیر بالکل درست ہے۔ اور فعل عبث کو خدا کی طرف منسوب کرنا بھی گناہ ہے۔ لیکن اب سوال یہ ہے کہ جب غیر موجود ہی نہ ہو تو اس کا استکمال کیا معنی۔ پس یہی سوال ہے جسکے حل ہونے پر تمام سوال کا جواب ہو جاتا ہے۔ سو آریہ مہاشے ذرا غور سے سنیں۔

استکمال کے مختلف مدارج ہیں۔ آریوں کے نزدیک تو خدا تعالیٰ کا روح کا استکمال صرف یہ ہے کہ اس واجب الوجود روح کو موکش کے درجہ تک پہنچا دے بلاشبہ یہ بھی کمال ہے لیکن معدوم سے موجود کرنا اس سے بڑھکر کمال ہے۔ اس لئے اسلامی تعلیم کی رو سے استکمال غیر یہ ہے کہ معدوم کو موجود کرنا پھر اس درجہ کمال تک پہنچانا جسے اسلامی اصطلاح میں فلاح کہتے ہیں۔ جو آریوں کے موکش کی طرح نہیں ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہ فلاح کے بعد مخلوق پھر ناقص ہو کر کروڑوں جونوں کے چکر میں آ جاوے۔

غالباً آریہ مہاشہ اس بات کو اپنے دماغ میں داخل ہونے دینا نہیں چاہتے اسلئے میں انہیں خدا کی صفت علم سے مقابلہ کر کے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔ سوامی دیانند صاحب بانیٔ آریہ سماج نے تسلیم کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کو تینوں زمانوں کا علم رکھنے والا کہنا جہالت ہے کیونکہ خدا کیلئے ماضی حال اور مستقبل برابر ہے وہ باتیں جو ہمارے لئے مستقبل ہیں یا ماضی وہ خدا تعالیٰ کے لحاظ سے نہ ماضی ہیں نہ مستقبل بلکہ اسکے لئے سب باتیں ایسی ہی ہیں جیسی ہمارے لئے حال کی باتیں۔

سوامی جی کے اس اقرار کے صاف یہ معنی ہیں کہ خدا تعالیٰ کو ان امور کا بھی علم ہے جو ابھی وجود میں نہیں آئے یا یوں کہو کہ بلحاظ علم کے وہ امور اب بھی موجود ہیں گو خارج میں انکا وجود ابھی نہیں ہے۔ آج سے کروڑ برس پہلے موجودہ مخلوقات نہ تھی مگر علم الٰہی میں یہ موجود تھی۔ اگر یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو جس طرح بالفعل غیر موجود کا علم اس ذات کو ہے اسی طرح اس غیر موجود کا استکمال بھی ہے لہٰذا یہ کہنا فضول ہے کہ جب غیر موجود نہ تھا تو پھر کس کے لئے یا کیوں خدا نے مخلوق پیدا کی۔

بعض آریہ ✣ اس جگہ تنگ آ کر کہدیا کرتے ہیں کہ کون کہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو آئندہ ہونیوالے واقعات کا بھی علم ہے علم تو کہتے ہیں جاننے کو۔ پس جو ایک شئے معدوم ہے اسے جاننا بے معنی ہے۔ لیکن میں کہتا ہوں انکا یہ اعتراض خود اپنے مذہب کے بانی پر ہے کیونکہ وہ ستیارتھ پرکاش میں ایشور کے تریکال درشی ہونے پر بحث کرتے ہوئے صاف اقرار کرتے ہیں کہ خدا کے لئے ماضی حال اور مستقبل کچھ نہیں بلکہ مستقبل بھی اسکے لئے حال ہی ہے۔ لیکن اگر مہاشہ جی کو اپنی عقل پر ناز ہے اور اپنے سوامی پر بھی اعتراض ہے تو پھر میں اسے اسی کے الفاظ سے جواب دیتا ہوں۔ معترض نے سوال میں یہ بھی دریافت کیا ہے کہ "جب یہ دنیا پیدا ہو گئی تو خدا کی ذات میں کیا اضافہ ہو گیا" اب میں پوچھتا ہوں کہ اگر آئندہ ہونیوالے واقعات کا خدا کو علم اب نہیں ہے تو ماننا پڑیگا کہ جب وہ واقعات رونما ہونگے تب خدا کے علم میں اضافہ ہو جائیگا اور جس کے علم میں اضافہ ہوا اس کا علم ضرور ناقص تھا اور ناقص ہی رہیگا خواہ وہ کتنا بھی کیوں نہ بڑھتا جائے۔ لہٰذا آریہ سماج کو خدا تعالیٰ کی ہستی کو ہی چھوڑنا پڑیگا اس لئے سچ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو آئندہ ہونیوالے واقعات کا بھی علم ہے اور جب مخلوق نہ تھی تب جس طرح وہ اس ہونے والی مخلوق کا علیم تھا اسی طرح خالق و مالک اور رازق بھی تھا۔ لہٰذا

✣ مثلاً آریوں کا مہا اپدیشک پنڈت رام چندر صاحب دہلوی اور خود پنڈت دھرم بھکشو صاحب۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

آریہ سماج کے جملہ اعتراضات جو عدم کے بعد وجود کے ہونے پر ہُوا کرتے ہیں باطل ہو گئے۔

مذکورہ بالا جواب آریوں کے اس اعتراض کا بھی جواب ہے کہ جب خدا کے سوا کچھ موجود نہ تھا تو خدا نے ارادہ خلق کیوں کیا۔ کیونکہ ہم آسانی سے کہہ سکتے ہیں کہ موجود فی العلم مخلوق کے استکمال کے لئے ارادہ فرمایا۔ جسکے بعد آریہ کو بجز خاموشی کوئی چارہ نہیں ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ جب ذات حق کے سوا کچھ بھی نہ تھا تو اسوقت تمام پیدا ہونیوالی مخلوق اسکے علم میں موجود تھی جسکو اگر معدوم سے موجود کا جامہ نہ پہنایا جاتا تو نہ صرف اس ذات کا ازلی علم ہی باطل ہو جاتا بلکہ اسکی جملہ صفات کاملہ دائمی طور پر معطل رہتیں جسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ خود خدا ہی نہ ہوتا اور اگر ہوتا تو شائد اس قسم کا کوئی وجود ہوتا جسے جینی لوگ خدا مانتے ہیں جسکے لئے کام کرنے کو وہ لوگ نقص اور مصیبت سمجھتے ہیں اور سوامی دیانند صاحب بھی انکے اس اعتقاد کو نکمّے اور بے ہمّت لوگوں کا خیال قرار دیتے ہیں۔ مگر ہم کہتے ہیں ایسی ذات جس میں استکمال غیر کی طاقت نہیں ہے وہ خود بھی کامل نہیں اور جو کامل نہیں وہ خدا کہاں۔

یاد رکھو دائمی طور پر معطل رہنے والی صفات یا طاقتیں دراصل ہو ہی نہیں سکتیں کیونکہ ایسی طاقتوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ پس جب مخلوق نہ تھی تو ذات باری تعالیٰ کے کمال کا یہ تقاضہ تھا کہ وہ مخلوق کو پیدا کر کے اسے درجہ کمال تک پہنچائے اور اس طرح تعطّل دائمی کا اعتراض دور ہو جائے اور اس کی صفات کاملہ کا ظہور ہو نہ اس لئے کہ خود اسکی ذات میں کوئی کمی تھی بلکہ اس لئے کہ اس میں کمال ذاتی ہے جو۔۔۔ وجود مخلوق سے ثابت ہوتا ہے۔ بیشک خدا کی ذات مخلوق کے وجود سے غنی ہے لیکن مخلوق اس ذات کے وجود کا ثبوت ضرور ہے۔ اگر مخلوق نہ ہوتی تو خدا کے خالق یا مالک یا موجود ہونے کا کوئی ثبوت نہ ہوتا اور اس کی جملہ صفات بیکار ہوتیں پس یہ ضرورت ہے جس کی وجہ سے مخلوق پیدا کی گئی مگر یہ کوئی نقص نہیں ہے۔ بلکہ کمال ہے ؞ (باقی دارد)

وی پی واپس کرنیوالا

فروری کے بعد پھر ان چار پانسو اصحاب کے نام جو ۲۶ یا ۱۹۲۷ء کی پیشگی قیمت نہ دے سکے تھے یا جن کا چندہ مئی ۱۹۲۷ء تک تھا وی پی کیے گئے تھے ان میں سے ۲/۳ اصحاب نے باوجود تاکید شدید کے وی پی واپس کر دیئے ہیں۔ اب وہ مہربانی فرما کر بتائیں کہ رسالہ کا آئندہ خریدار رہنا چاہتے ہیں یا نہیں۔ ہم تو انکی خدمت میں ہر مہینے وقت پر رسالہ پہنچائیں اور ان کا سلوک یہ ہو۔ انصاف! (مینجر)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

فیصلۂ ورتمان کے بعد مسلمانوں کا اہم فرض

ورتمان کے مقدمہ کا فیصلہ ہو گیا۔ اور سیر دوزخ کا مضمون لکھنے والا اور اس کا چھاپنے والا دونوں ایک سال اور چھ ماہ کیلئے دنیا کی دوزخ میں ڈالدیئے گئے۔ لوگ خوش ہیں بعض لوگ مجھے مبارکباد کے تار دے رہے ہیں۔ اور بہت سے خطوط کے ذریعہ سے اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں۔ مگر میرا دل غمگین ہے۔ میرا دل غمگین ہے۔ کیونکہ میں اپنے آقا اپنے سردار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک عزت کی قیمت ایک سال کے جیلخانہ کو نہیں قرار دیتا۔ میں ان لوگوں کی طرح جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کی سزا قتل ہے۔ ایک آدمی کی جان کو بھی اسکی قیمت نہیں قرار دیتا۔ میں ایک قوم کی تباہی کو بھی اسکی قیمت نہیں قرار دیتا۔ میں ایک دنیا کی موت کو بھی اسکی قیمت نہیں قرار دیتا۔ بلکہ میں اگلے اور پچھلے سب کفار کے قتل کو بھی اسکی قیمت نہیں قرار دیتا۔ کیونکہ میرے آقا کی عزت اس سے بالا ہے کہ کسی فرد یا جماعت کا قتل اسکی قیمت قرار دیا جائے۔ کیونکہ کیا یہ سچ نہیں کہ میرا آقا دنیا کو جلانے کیلئے آیا تھا۔ نہ کہ مارنے کیلئے۔ وہ لوگوں کو زندگی بخشنے آیا تھا۔ نہ کہ انکی جان نکالنے کیلئے۔ اور وہ زمین کو آباد کرنیکے لئے آیا تھا نہ کہ ویران کرنیکے لئے۔ اللہ تعالےٰ آسمان سے اسکے حق میں گواہی دیتا ہے کہ یاایّھا الّذین اٰمنوا استجیبوا للّٰہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم (انفال رکوع ۳) اے مومنو! اللہ اور اسکے رسول کی آواز پر لبیک کہو جبکہ وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے تمہیں بلاتے ہیں۔ غرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا کے احیاء میں ہے نہ کہ اسکی موت میں۔ پس میں اپنے نفس سے شرمندہ ہوں کہ اگر یہ دو شخص جو ایک قسم کی موت کا شکار ہوئے ہیں۔ اور بدبختی کی مہر انہوں نے اپنے ماتھوں پر لگالی ہے۔ اس صداقت پر اطلاع پاتے۔ جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی تھی۔ تو کیوں گالیاں دیگر برباد ہوتے۔ کیوں اسکے زندگی بخش جام کو پی کر ابدی زندگی نہ پاتے۔ اور اس صداقت کا ان تک نہ پہنچنا مسلمانوں کا قصور نہیں تو اور کس کا ہے؟ پس میں اپنے آقا سے شرمندہ ہوں۔ کیونکہ اسلام کے خلاف موجودہ شورش درحقیقت مسلمانوں کی تبلیغی سستی کا نتیجہ ہے۔ قانون ظاہری فتنہ کا علاج کرتا ہے نہ دل کا اور میرے لئے اسوقت تک خوشی نہیں جب تک کہ تمام دنیا کے دلوں سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض نکلکر اسکی جگہ آپکی محبت قائم نہ ہو جائے۔ لوگوں کے مونہوں پر مہر لگانے سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو صرف ہمارے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلعم کی عزت تو اس میں ہے کہ دل اسکی محبت کے جذبات سے پُر ہوں۔ اور آنکھیں اسکے فراق میں نمناک اور زبانیں اسکی تعریف میں گویا۔

اگر سیر دوزخ کا مضمون لکھنے والا اور اسکے چھاپنے والا دونوں قید ہو گئے ہیں تو اسکے صرف یہ معنی ہیں کہ ہمارے جذبات کو جو صدمہ پہنچا تھا اس کا بدلہ لے لیا گیا ہے۔ لیکن اے مسلمان کہلانیوالے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اس بات کو مت بھول۔ کہ جو کچھ۔ ان دونوں نے لکھا اور شائع کیا ہے وہ کروڑوں آدمیوں کے دلوں میں ہے۔ اور جب تک اسکو مٹایا نہ جائے۔ اسوقت تک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کی عزت قائم نہیں ہو سکتی۔ پس تو خوش نہ ہو کہ اگر تو سچا مومن ہے تو تیری خوشی اپنے انتقام میں نہیں۔ بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقام میں ہے۔ اور وہ انتقام یہ ہے کہ تو اسوقت تک سانس نہ لے کہ جب تک دنیا میں ایک بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منکر باقی ہے۔ تو اسپر خوش نہ ہو کہ تو نے محمد رسول اللہ صلعم کی عزت میں دنیا کو مار دیا۔ بلکہ اسپر خوش ہو کہ تو نے آپ کی محبت میں دنیا کو زندہ کر دیا۔ اور آپ کی زندگی بخش آواز کو بعید ترین حصص دنیا میں پہنچا دیا۔ آہ ہم کس بات پر خوش ہیں؟ کیا اس بات پر کہ انگریزی حکومت نے جو مذہباً عیسائی ہے ہزاروں روپیہ خرچ کر کے اور بیسیوں آدمی مقرر کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت کی اور اس بات کا ہمیں خیال بھی نہیں آتا۔ کہ اس عزت کی حفاظت کیلئے ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ اور نہ کچھ کرنے کی فکر ہے۔ ہمیں دوسروں کے کیئے پر کیا خوشی ہو سکتی ہے؟ اور انکی غفلت پر شکوہ کا کیا حق پہنچتا ہے؟ جبکہ ہم خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کی حفاظت سے غافل ہیں۔ مسیحی ایک انسان کو خدا منوانے کیلئے ہزاروں میل کا سفر کرتے ہیں۔ اور جانوں کو خطرہ میں ڈالکر اور کروڑوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے اپنے مذہب کی تلقین کرتے پھرتے ہیں۔ ہندو جو اب تک اپنے مذہب کی تعریف بھی نہیں کر سکے۔ اور جنکے فرقوں کا باہمی اختلاف اس سے بھی بڑھا ہوا ہے جتنا کہ انکے بعض فرقوں اور اسلام یا مسیحیت میں ہے۔ لاکھوں روپے خرچ کر کے ہر صوبہ میں پرچار کر رہے ہیں۔ اور شدھی کی رو چل رہی ہے۔ لیکن اے مسلمان کہلانیوالو! جنکے نبی کی زبان پر خدا تعالیٰ نے خود یہ الفاظ جاری کیئے کہ یا ایّھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا (اعراف رکوع ۲۰) اے تمام بنی نوع انسان! میں اللہ کی جانب سے تم سب کی طرف پیغام ہدایت دیکر بھیجا گیا ہوں۔ اور جنکی اپنی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر (آل عمران رکوع ۱۰) تم سب سے بہتر امت ہو کہ جنکو تمام بنی نوع انسان کے فائدہ کیلئے پیدا کیا گیا ہے تم نیکی کو دنیا میں پھیلاتے ہو اور بدی سے لوگوں کو باز رکھتے ہو۔ تم بتاؤ کہ تم نے نور اسلام اور پیغام محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) کی اشاعت کیلئے کیا کیا؟ اگر آپ لوگ اپنے فرض کو ادا کرتے تو آج دنیا میں رسول کریمؐ اور اسلام پر حملہ کرنیوالا کوئی نظر نہ آتا۔ دنیا پر اسلام کی حکومت ہوتی۔ اور تمام دل نگینِ محمدؐ سے منقش ہوتے۔ بجائے گالیوں کے اُس مقدس ہستی پر درود بھیجا جاتا۔ اگر آپ لوگوں کو اشاعت اسلام اور شریعت کے قیام کیلئے قربانی کرنیکی جرأت نہیں تو پھر دوسروں کی حرکات کا گلہ کیا۔ اور گورنمنٹ کی مدد سے رسول کریمؐ کی عزت کی حفاظت پر فخر کیسا +

Digitized by Khilafat Library Rabwah

انك على كل شئ قدیر کہ وہ خدا تعالیٰ کے نور کو دیکھ کر اور اپنے نور کو ناقص پاکر ترقی کو چاہینگے۔ مگر دوزخی کے اعمال تو ختم ہو جاینگے۔ اور بُرے اعمال کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کو ہی پکاریگا۔ پس ضروری ہوگا کہ وہ ایک تو بوجہ اعمال کے محدود ہونیکے دوسرے خدا تعالیٰ کے آگے زاری اور درد بنا دبنا کہکر پکارنے کے اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنے اور انپر پشیمان ہونیکے آخر دوزخ سے نکالے جائیں۔

تیسرے احادیث میں آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ انمّا الاعمال بالنّیات کہ اعمال کی جزا سزا کا مدار نیات پر ہے۔ مومن کی نیّت یہی ہوتی ہے۔ کہ ہمیشہ ہی نیک اعمال بجالائے۔ اسلئے جزا بھی غیر محدود ہوگئی کیونکہ اسکے اختیار سے باہر ہے۔ اگر اُسے ہمیشہ کے لئے زندہ رکھا جاتا تو وہ نیک اعمال ہی بجالاتا۔ برخلاف اسکے کسی بدکار بُرے کام کرنیوالے کا یہ دلی ارادہ اور قلبی تمنّا نہیں ہوتی۔ کہ وہ ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہے۔ اور بُرے کام کرتا رہے۔ پس اسکے ارادہ کے مطابق اُسے سزا بھی غیر محدود نہیں ہونی چاہیئے۔

دوسری آیت:۔ قال النار مثواکم خالدین فیہا الا ماشاء الله ان ربك حکیم علیم (پ۸)

اللہ تعالیٰ دوزخیوں کو فرمائیگا۔ کہ یہ آگ تمہارے رہنے کا ٹھکانا ہے۔ اسمیں رہ پڑو گے۔ مگر جب اللہ تعالےٰ چاہیگا بے شک تیرا رب حکیم علیم ہے۔

اوّل یہاں پر مخاطب ایسے کفار ہیں جنکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اگر ہم انپر ملائکہ بھی نازل کریں اور مُردے بھی انکے ساتھ باتیں کرنے لگ جائیں تب بھی یہ ماننے کے نہیں۔ (ولو اننا نزلنا پ۸)

دوسرے اسمیں لفظ مثوی بیان فرمایا ہے۔ اور مثوی ایسے مکان کو کہتے ہیں۔ جہاں دائمی قیام نہ ہو۔ چنانچہ یہ لفظ قرآن مجید میں جنتیوں کیلئے نہیں آیا جنکے لئے بلا انقطاع ابدالآباد کا وعدہ ہے۔ دوسرے مقامات پر استعمال ہُوا ہے مگر وہاں بھی دوام مُراد نہیں ملاحظہ ہو۔

(۱) اکرمی مثواہ $\frac{12}{13}$ (۲) انہ ربی احسن مثوای $\frac{12}{13}$ حضرت یوسفؑ نے اس ناجائز خواہش پر فرمایا۔ کہ وہ تو میرا پرورش کرنیوالا ہے۔ کہ جس نے میری جگہ معزز بنائی۔ اور وہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جاتی رہی تھی اسی طرح آیت واللہ یعلم متقلبکم و مثواکم $\frac{26}{6}$ اسی طرح احادیث میں بھی یہ محاورہ استعمال ہُوا ہے۔ وعلی نجران مثوی رسلی ای مسکنہم مدۃ مقامہم ونزولہم وتثویتہ کے معنی تضیّفہ یعنی اسکو اپنا مہمان بنایا۔

الثوی۔ الضیف مہمان کو کہتے ہیں (مجمع البحار جلد اوّل صد ۱۶۹)

دوسرا لفظ اس آیت میں خالدین کا ہے۔ اور خلود کے معنی بھی لمبے عرصہ کے ہیں۔ نہ دوام بلا انقطاع کے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ان مالہ اخلدہ یعنی وہ سمجھتا ہے۔ کہ اس کا مال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

موجودہ قانون میں کیا کیا نقص ہیں

(دفعہ ۱۵۳ اے کے متعلق)

۱:- موجودہ قانون صرف اس شخص کو مجرم قرار دیتا ہے جو بہ نیت فتنہ کوئی مضمون لکھے۔ براہ راست انبیاءؑ کی ہتک کو جرم نہیں قرار دیتا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے اور ہوتا رہیگا۔ کہ راجپال کے مقدمہ کی طرح ہمیشہ ہی عدالتوں میں یہ بحث رہیگی۔ کہ کسی شخص نے فساد ڈلوانے کی نیت سے کتاب لکھی تھی۔ یا نہیں۔ یا اس سے فساد کا احتمال ہو سکتا تھا یا نہیں۔ یا دو قوموں میں فساد پڑ سکتا تھا۔ یا نہیں۔ اور اگر کوئی جج اس رائے کا ہو جائے کہ فساد ڈلوانیکی نیت نہ تھی۔ یا یہ خیال کرلے کہ ان حملوں کی وجہ سے فساد نہیں پڑ سکتا تھا۔ یا یہ کہ دو قوموں میں فساد نہیں پڑ سکتا تھا تو پھر خواہ کیسی ہی گندی کتاب لکھی گئی ہو۔ اسکے لکھنے والے پر کوئی گرفت نہیں ہو سکیگی۔ پس قانون میں ایک ایسی دفعہ زیادہ ہونی چاہیئے جسکی رو سے ہر وہ شخص جو خدا تعالیٰ کی یا کسی مذہب کے بانی کی یا نبی کی ہتک کرے یا انپر تمسخر اڑائے۔ خواہ فساد کا احتمال ہو یا نہ ہو۔ اسے سزا دیجا سکے۔ کیونکہ اگر فساد کے احتمال پر سزا کی بنیاد رکھی گئی تو قومیں اپنے بانیوں اور بزرگوں کی ہتک کرنیوالوں کو سزا دلوانے کیلئے فساد کے آثار پیدا کرنے پر مجبور ہونگی۔ اور یہ ناقص قانون بجائے امن پیدا کرنیکے فساد پیدا کرنیکا موجب ہوتا رہیگا۔ اور اسکا نتیجہ یہ بھی ہوگا کہ جو قومیں اپنے مذہب کی تعلیم کے مطابق فساد سے احتراز کرینگی۔ انکے بزرگوں کی ہتک سے روکنے کیلئے کوئی قانون ہی نہ ہوگا۔ اور یہ سخت ظلم کی بات ہوگی۔

۲:- دوسرا نقص اس قانون میں یہ ہے کہ اس قانون کے ماتحت صرف گورنمنٹ ہی مقدمہ چلا سکتی ہے۔ اور اسوجہ سے کئی ایسی کتب یا رسالے جن میں گندے سے گندے حملے بزرگان دین پر کیئے جاتے ہیں۔ انپر کوئی نوٹس نہیں لیا جاتا اور اسکے نتیجہ سے فساد بڑھتا ہے۔ اگر ایسا رسالہ ہندوؤں نے لکھا ہوتا ہے۔ اور گورنمنٹ اسپر مقدمہ نہیں چلاتی۔ تو مسلمانوں کا غصہ بڑھتا ہے۔ اور اگر مسلمانوں کی طرف سے ایسا رسالہ شائع ہوتا ہے۔ اور اسپر نوٹس نہیں لیا جاتا تو ہندوؤں کا غصہ بڑھتا ہے۔ اور اسوجہ سے فساد کے مٹنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس ضروری ہے کہ اس قانون کی اصلاح اس طرح کیجائے کہ علاوہ گورنمنٹ کے اس بزرگ کے پیرو بھی جسکی ہتک کیگئی ہو۔ ہتک کرنیوالے پر نالش کر سکیں۔ اور اسے سزا دلوا سکیں۔ راجپال کے مقدمہ میں گورنمنٹ کے خلاف مسلمانوں کے جوش کی بڑی وجہ یہی تھی کہ پریوی کونسل میں کیوں اپیل نہیں کیجاتی۔ اگر خود مقدمہ چلانے کی اجازت ہوتی۔ تو مسلمان خود اس کام کو کر سکتے تھے۔ اور گورنمنٹ کے خلاف کوئی جوش نہ پیدا ہوتا۔ پس قانون کی یہ اصلاح ضروری ہے۔ کہ بزرگان دین کے پیروؤں کو بھی انکی ہتک کرنیوالوں پر نالش کرنیکی اجازت ہے۔ تاکہ اگر گورنمنٹ کسی پر مقدمہ چلانا

اُسے تا دیر رکھیگا۔ کیونکہ ابدالآباد دنیا میں رہنے کا کسی دنیا دار کو بھی خیال نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان پتھروں کو جو بہت پُرانے ہوتے ہیں خوالد کہا جاتا ہے۔ لبید بن ربیعہ کہتا ہے:۔

فوقفت اسألها وكيف سؤالنا ❊ صما خوالد ما يبين كلامها

تیسرے استثناء نے بتا دیا۔ کہ خدا تعالیٰ جب چاہیگا انکو دوزخ سے نکال لیگا۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ ایک تو وہ رب ہے۔ اور ہر ایک جگہ اس کی صفت ربوبیت کام کر رہی ہے۔ دوسرے وہ حکیم ہے۔ جس حکمت اور تدبیر سے وہ کسی کی تربیت کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔ تیسرے وہ علیم ہے۔ یعنی وہ جانتا ہے۔ کہ کس وقت تک کسی کی اصلاح ہو جائیگی۔ یہ نہیں ہوگا۔ کہ کسی کی اصلاح ہو جائے اور وہ دوزخ میں پڑا رہے۔ اور خدا تعالےٰ کو خبر بھی نہ ہو۔ بلکہ جس طرح مریض جب تندرست ہو جاتا ہے تو ڈاکٹر اپنی مشیت کے ماتحت اُسے ہسپتال سے نکال لیتا ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ دوزخیوں کو دوزخ سے نکال لیگا۔

تیسری آیت:۔ ان جهنم كانت مرصادا للطاغين مآبا لابثين فيها احقابا [۳۰/۱] کہ دوزخ سرکشوں کیلئے گھات میں ہے۔ اور انکے رہنے کی جگہ ہے جسمیں وہ احقاب رہینگے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دوزخ میں رہنے کی مُدت چند حقبے بیان فرمائی ہے۔ کیونکہ احقاب جمع قلت ہے۔ اگر جمع کثرت بھی ہوتی تب بھی محدود ہی ہوتی۔ حقب کے معنی لُغت میں ۴۰ سے ۸۰ برس تک کے ہیں۔ حدیث میں حقبہ کا لفظ چند سالوں کے معنوں میں استعمال ہُوا ہے۔ جیسا کہ ایک شعر میں جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے:۔

وكنا كندماني جذيمة حقبة

اس میں حقبہ تھوڑی سی مُدت کے لئے استعمال ہُوا ہے۔ پھر جزاء وفاقلنے اس کی اور بھی تشریح کردی۔ کہ اس سے مراد ابدالآباد نہیں ہے۔ اگر احقاب سے مراد بڑے سے بڑا زمانہ بھی مراد لے لیں تو بھی غیر متناہی زمانہ مراد نہیں لے سکتے کیونکہ غیر متناہی چیز کا اندازہ متناہی چیز سے نہیں ہو سکتا۔ امام ابن قیم حادی الارواح صفحہ ۲۳۶ میں فرماتے ہیں۔

لا يقدر الابد بالاحقاب کہ ابد کا احقاب سے اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ حضرت ابن عباس نے احقاب کے معنی (سنين) (سالوں) کے کیئے ہیں۔ (فتح البیان)

چوتھی آیت:۔ اذلك خير نزلا ام شجرة الزقوم انا جعلناها فتنة للظالمين [۲۳] کیا یہ مہمانی اچھی ہے۔ یا زقوم کا درخت ہم نے اسکو مشرکین کے لئے فتنہ بنایا ہے۔ اس آیت میں دو لفظ قابل غور ہیں۔ ایک فتنہ دوسرا ظلم فتنہ کے معنی ہیں کندن کرنا کسی چیز کو اسکے گند سے خالص کرنا۔ پاک کرنا جیسا کہ کہا جاتا ہے فتنت الذهب بالنار یعنی میں نے سونے کو آگ کے ذریعہ صاف کیا۔ اور ظالم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

میں شرک شامل ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں شرک کو ظلم ہی قرار دیا گیا ہے فرمایا ان الشرك لظلم عظیم اسی طرح آیت واذ قال موسیٰ لقومه یا قوم انکم ظلمتم انفسکم باتخاذکم العجل میں بھی شرک کو ظلم ہی قرار دیا گیا ہے۔ پس خلاصہ یہ ہُوا۔ کہ مشرکوں میں جو نجاست اور گندگی پائی جاتی ہے۔ اُن سے دُور کرینگے۔ اور پاک و مطہر بنائینگے۔ اور یہی فتنہ کا لفظ مومنوں کے لئے بھی وارد ہُوا ہے۔ فرمایا :۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون۔ پس مومنوں کو تو یہاں کندن اور پاک وصاف بنایا جاتا ہے۔ اور مشرکین و کفار کو آخرت میں دوزخ میں ڈالکر پاک و صاف کیا جائیگا۔

پانچویں آیت :۔ ایحسب الانسان ان یترك سدی۔ الم یك نطفة من منی یمنیٰ ثم کان علقة فخلق فسوی۔ فجعل منہ الزوجین الذکر و الانثی۔ الیس ذٰلك بقادر علی ان یحیی الموتیٰ
کیا انسان خیال کرتا ہے۔ کہ وہ مہمل چھوڑا جائیگا۔ کیا وہ نطفہ نہیں تھا پھر علقہ بنا پھر اللہ تعالیٰ نے (دیکھو) اسے ٹھیک ٹھاک کرکے بنایا۔ پھر اس سے نر و مادہ بنایا گیا۔ کیا وہ ذات قادر نہیں کہ مُردوں کو زندہ کرے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منکرین قیامت کو ثبوت دینے کیلئے سمجھایا ہے۔ کہ تمھاری پیدائش میں کسقدر ترقی ہوئی۔ کیا اتنی ترقی اسلئے دیگئی۔ کہ تم مرکر مٹی ہوجاؤ۔ اور ساری کارخانہ ختم ہوجاوے نہیں تم مہمل نہیں چھوڑے جاؤ گے۔ بلکہ جیسے آجکل اپنی پیدائش اور پرورش میں ترقی دیکھتے ہو (کہ تم مٹی تھے پھر نباتات بنے پھر غذا پھر منی علیٰ ہذا القیاس جیسے بہت سی آیات سے ظاہر ہے) اسی طرح بعد الموت بھی تمھاری ترقی ہوگی۔ اب اگر اہل النار ابدالآباد تک دوزخ میں ہی رہینگے۔ تو انکی کیا ترقی ہوگی

چھٹی آیت :۔ وان ربك لذو مغفرة للناس علی ظلمھم وان ربك لشدید العقاب ﴿۱۳/۷﴾
بیشک تیرا رب لوگوں کو باوجود انکے شرک کے بخش دینے والا ہے۔ اور بیشک تیرا رب شدید العقاب ہے۔
اس آیت میں مغفرت کو عذاب پر مقدم کرنے سے سمجھایا ہے۔ کہ اسکا رحم غضب پر سابق ہے۔ پھر وہ شدید العقاب بھی ہے مگر بوجہ رب ہونیکے اس سے بھی انکی تربیت کرنا ہی مقصود ہے۔ کیونکہ مربی کی سزا بھی اصلاح کیلئے ہوتی ہے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عذاب سے بھی مغفرت ہی مطلوب ہے۔

ساتویں آیت :۔ یوم یقوم الناس لرب العٰلمین ﴿۸/۳۰﴾ وقضی بینھم بالحق وقیل الحمد للہ رب العٰلمین ﴿۲۴﴾ جبکہ لوگ رب العالمین کے لئے کھڑے ہونگے اور انکے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ اور یہ کہنے کا موقعہ آئیگا۔ کہ تمام حمد اللہ تعالیٰ کے ہی لئے ہے۔ جو کہ تمام عالموں کا پالنے والا اور تربیت کرنیوالا ہے۔ اور انکو تدریجاً ترقی دیکر اعلیٰ مراتب پر لیجانیوالا ہے اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ ایسا ہوگا جس پر تمام عالم عالم جنت اور عالم دوزخ وغیرہ سب

حمد بجالائینگے۔ اور یہ فیصلہ ایسا ہوگا جسمیں تمام عالموں کے حق میں صفت ربوبیّت کا دخل ہوگا۔ اور انکی تربیت کیجائیگی۔ پس اگر دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہینگے تو انکے لئے ربوبیّت کیا ہوئی حالانکہ عالمین میں وہ بھی داخل ہیں۔

دوسرے وہ الحمد للہ کیسے کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ وہ رحمت الٰہی سے ناامید ہو چکے۔ پس یہ آیت دلالت کرتی ہے۔ کہ دوزخی ہمیشہ دوزخ میں نہ رہینگے۔ کیونکہ دوام بلا انقطاع میں نہ دوزخیوں کے لئے کوئی حمد کرنیکا موقعہ مل سکتا ہے اور نہ ہی انکے لئے صفت ربوبیّت کا اظہار ہو سکتا ہے۔

آٹھویں آیت:۔ الیٰ ربك یومئذن المستقر (۲۹/۱۷) الیٰ ربك الرجعیٰ (۳۰/۲۱) الیٰ ربك منتهاها (۳۰/۲) الیٰ ربك المنتهیٰ (۲۷/۷) الیٰ ربك یومئذن المساق (۲۹/۱۷) یاایها الانسان انك كادح الیٰ ربك كدحا فملاقیه ۳۰/۹ ۔ ان تمام آیات میں جو قیامت کے متعلق ہیں۔ رب کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ جو دلالت کرتا ہے کہ وہاں بھی ربوبیّت ہوگی۔ اور تمام عالموں کے لئے ہوگی جنّتی ہوں یا دوزخی۔ اگر دوزخی ہمیشہ دوزخ میں رہیں۔ تو انکی ربوبیّت کیا ہوئی۔ حالانکہ مستقر اور رجعیٰ اور منتہا اور مساق اور کدح سب کے ساتھ لفظ رب لگا ہوا ہے۔ کیا معنی کہ انکا قرار ربوبیت کے ساتھ ہوگا۔ اور رجوع اور منتہا یعنی انجام بھی ربوبیت کے ساتھ اور مساق چلنا بھی زیر سایۂ صفت ربوبیّت ہوگا۔ جیسے قبر سے حشر حشر سے جہنّم جہنّم سے جنّت رضوان وغیرہ یہ تمام صفت ربوبیّت کے ماتحت ہوگا۔ پھر عتاب کا سوال بھی رب کے لفظ کے ساتھ کیا ہے۔

اب ہم ان تمام الفاظ کو بیان کرتے ہیں جو اہل النار کیلئے قرآن مجید میں استعمال ہوئے ہیں۔ ایک النار مثواکم دوسرا خالدین انکے متعلق بیان ہو چکا ہے۔ تیسرے خالدین فیھا ابدًا اور ابد بھی بہت لمبے زمانہ کو کہتے ہیں۔

دوسرے سزا بتاتے ہوئے ایسا ہی کہا جاتا ہے۔ کہ تمھیں یہیں رہنا ہوگا۔ دیکھو جنکو گورنمنٹ عمر بھر قید یا عبور دریائے شور کی سزا دیتی ہے اسکی بھی مدّت معیّن ہوتی ہے۔

تیسرے استثناء ہر جگہ موجود ہے۔ کہ جتنی دیر تک ہم چاہینگے۔ اسوقت تک رہنا ہوگا۔ چونکہ مدّت بیان نہیں کیجائیگی۔ کہ کتنی دیر تک رہینگے۔ اس لئے اس طویل زمانہ کو جسے سزا یافتہ نہیں جانتا استعارةً ابد کے ساتھ مؤکد کیا گیا ہے۔ گویا ہمیشہ ہی رہینگے۔

چوتھا لفظ ماواکم النار ہے۔ فرمایا انھم رجس ومأواهم جهنّم جزاء بما كانوا یکسبون (توبہ) ماویٰ کا لفظ بھی اہل النار کے نار سے نکلنے پر دلالت کرتا ہے۔ کیونکہ ایواء ایسی پناہ دینے کو

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کہتے ہیں۔ جو کسی تکلیف کے بعد اس تکلیف سے بچانیکے لئے دیجائے۔ جیسا کہ حضرت نوح کے لڑکے کے متعلق آتا ہے۔ کہ اس نے کہا۔ ساٰوی الیٰ جبل یعصمنی من الماء اور اسی طرح آنحضرت صلعم کے حق میں فرمایا۔ الم یجدك یتیما فآوٰی۔ اور حضرت یوسف علیہ السّلام کے لئے آوٰی الیہ اخاہ اور آوی الیہ ابویہ یعنی حضرت یوسف علیہ السّلام نے اپنے بھائیوں کو قحط سالی اور سفر وفقر وغیرہ کی تکالیف سے پناہ دی تھی۔ اسی طرح جنۃ المأوٰی فرمایا ہے۔ کہ انکو دنیا کی ریاضات قبر وحشر ونشر وغیرہ کی تکالیف اور فزع سے امان دیکر بچائیگی۔ پس اسی طرح دوزخیوں کو دوزخ میں شرک وفسق وفجور سے پاک کرنے کیلئے انکو وہاں پناہ دیجائیگی۔ اسی لئے فرمایا کہ انھم رجس وماواھم جھنم یعنی وہ پلید اور ناپاک ہیں اسلئے انکو پناہ دینے کی جگہ جہنّم ہے۔ ان کاموں کے عوض میں جو وہ کیا کرتے تھے۔ انکے لئے یہ پناہ کی جگہ ایسی ہے۔ جیسے بیمار کے لئے ہسپتال باقی رہا انکا چیخنا پکارنا۔ اور دھاڑیں مارنا اور نکلنے کی التجائیں کرنا اور یا ربنا یا ربنا کہکر پکارنا سو یہ سرکاری ہسپتالوں میں سخت بیماری کے مبتلا بیماروں کا نظارہ دیکھنے سے آدمی سمجھ سکتا ہے۔ کہ چیرنے پھاڑنے زخم جلانے کاسٹک وغیرہ سخت دوائیاں لگاتے وقت کسقدر وہ فریاد کرتے ہیں اور دوائی لگانے سے روکتے ہیں۔ اور بار بار کہتے ہیں۔ خدا کے لئے چھوڑ دو۔ اور ماں باپ کو بلاتے ہیں۔ مگر قیامت کو تو ماں باپ بھی ساتھ ہی دوزخ میں ہونگے۔ اسلئے سوائے رب کے اور کسی کو نہیں پکارینگے۔ اور ہر طرح چاہتے ہیں کہ انہیں چھوڑا جائے۔ ...... مگر چھوڑے نہیں جاتے جبتک کہ پورے طور پر صحت یاب نہ ہو جائیں۔ اگر کوئی بھاگنے لگے تو پھر پکڑ کر لایا جاتا ہے۔ بعینہٖ اسکا نظارہ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات میں بیان کیا گیا ہے فرمایا ہے:۔ فاما الذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر وشھیق ۱۲/۹ اذا رأتھم من مکان بعید سمعوا لھا تغیظا وزفیرا ۱۸/۱۷ کلما ارادوا ان یخرجوا منھا اعیدوا فیھا ۲۱/۱۷ اذا القوا فیھا سمعوا لھا شھیقا وھی تفور تکاد تمیز من الغیظ ۲۹/۱ وھم یصطرخون فیھا ربنا اخرجنا نعمل صالحا ۲۲/۱۶ ان آیات سے ظاہر ہے کہ دوزخ بطور شفاخانہ کے ہے جسمیں انکا علاج کیا جائیگا۔

پانچواں لفظ مصیر ہے اسکے معنی مرجع کے ہیں۔ اسمیں کبھی دوام نہیں پایا جاتا۔

چھٹا لفظ لابثین میں لفظ لبث ہے۔ لبث کے معنی معمولی توقف کے ہیں۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السّلام کے لئے فرمایا۔ فلبث فی السجن بضع سنین کہ چند سال قیدخانہ میں ٹھہرے۔

ساتواں لفظ سیصلی نارا میں لفظ صلی ہے جس کا اصل مادہ صلی ہے۔ اسکے معنی دُعا

کے ہیں۔ وہ اسی سے صلوا علیہ واقیموا الصّلوٰۃ ہیں۔ اسکے معنی بھوننے کے بھی ہیں جیسے حدیث میں آیا ہے اتی بشاۃ مصلیۃ کہ آنحضرتؐ کے پاس بھنی ہوئی بکری حاضر کی گئی۔ پھر صلی کے معنی گرم کرکے سیدھا کرنیکے ہیں۔ کہتے ہیں: صلیت العصا بالنار اذا لینتھا وقومتھا (مجمع البحار) یعنی صلیت العصا بالنار اسوقت کہا جائیگا۔ جب سونٹے کو بذریعہ آگ نرم کرکے سیدھا کیا جائے۔ اور اسکے معنی آگ تاپنا بھی ہے۔ جیسے لعلکم تصطلون۔ پس اس لفظ سے بھی اہل نار کا نار سے نکلنا ہی پایا جاتا ہے۔

آٹھواں لفظ ورود ہے جیسے بئس الورد المورود اس میں بھی دوام نہیں۔ بلکہ اسمیں تو دخول بھی ضروری نہیں ہوتا جیسے لما ورد ماء مدین سے ظاہر ہے۔

نواں لفظ مآب اسکے معنی بھی صرف مرجع کے ہیں۔

دسواں لفظ مھاد ہے مہد اور مہاد کے معنی فرش یا بستر یا پنگوڑہ کے ہیں۔ دونو صورتوں میں مہاد عارضی جگہ ہے نہ دوامی۔

گیارھواں لفظ اصحاب النار ہے صحبت کا لفظ بھی دوام کیلئے نہیں آتا۔

نویں آیت:۔ وان منکم الا واردھا کان علیٰ ربک حتما مقضیا ۱۶/۸ ہر ایک تم میں سے جہنّم میں وارد ہوگا یہ اللہ تعالیٰ کا پختہ فیصلہ ہے اگر اس آیت کے یہ معنی کیے جائیں۔ کہ قیامت کے دن تمام نبی اور ولی وغیرہ سب دوزخ میں جائینگے تو یہ معنی دوسری آیات کے خلاف ہیں جیسے اولٰئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا ۱۷ کہ وہ دوزخ سے دُور رہینگے اور اسکی آہٹ بھی نہیں سُنینگے۔ اس آیت شریفہ کا یہ مطلب ہے۔ کہ جن لوگوں نے آتش محبّت الٰہی میں اپنے آپکو گرم کرکے سیدھا کرلیا وہ تو ایکدفعہ آگ میں پڑ چکے۔ اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا۔ وہ دوزخ کی آگ میں گرم کرکے سیدھے کیئے جائینگے۔ کیونکہ اصل غرض تو سیدھا کرنا ہی ہے۔ اسی واسطے یوم القیامۃ نام رکھا گیا ہے۔ کہ جو دنیا میں سیدھے نہیں ہوتے وہ اس روز سیدھے کیئے جائینگے۔

تفصیل اس امر کی یہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے دو ہسپتال مقرر کیئے ہیں۔ ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں جب لوگوں میں امراض پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور انکی اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ اپنے انبیاءؑ کو بطور ڈاکٹر کے بھیجتا ہے۔ پس جو لوگ دنیا میں انکی اطاعت کرکے اپنی اصلاح کرلیتے ہیں وہ روحانی امراض سے شفا پا جاتے ہیں۔ مگر جو لوگ انکی باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔ انکی بیماریاں بڑھتی جاتی ہیں۔ یہانتک کہ وہ لاعلاج مریض ہو جاتے ہیں۔ اور انکا علاج اس ہسپتال میں نہیں ہو سکتا یعنی ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔ تو انکے لئے بڑے ہسپتال

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مناسب نہ سمجھتے تو بجائے ایجی ٹیشن کے لوگ خود مقدمہ چلا کر شریر کو اسکے کردار کی سزا دلا سکیں جبتک یہ اصلاح نہ ہوگی گورنمنٹ پر رعایا کے مختلف حصے خواہ مخواہ ناراض رہینگے۔ اور ایسے کبھی امن حاصل نہیں ہوگا۔ بیشک اس تبدیلی قانون میں بعض نقائص بھی ہیں۔ لیکن انکا علاج ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مَیں نے اپنے خط بنام وائسرائے میں ثابت کیا ہے۔

۳۔ تیسری اصلاح جسکی اس قانون میں ضرورت ہے یہ ہے۔ کہ جوابی کتاب لکھنے والے پر اسوقت تک مقدمہ نہ چلایا جائے جبتک کہ اصل کتاب والے پر بشرطیکہ اس نے گندہ دہنی سے کام لیا ہو۔ مقدمہ نہ چلایا جائے۔ اسوقت یہ ہو رہا ہے کہ ایک شخص پر گورنمنٹ مقدمہ چلا دیتی ہے۔ حالانکہ اس نے ایک نہایت گندی کتاب کا جواب لکھا ہوتا ہے۔ اور اسکو چھوڑ دیتی ہے جس نے حملہ میں ابتدا کی ہوتی ہے مگر شرط یہ ہونی چاہیئے کہ دوسری کتاب پہلی کتاب کا حقیقی جواب ہو نہ کہ نئی مستقل کتاب۔

۴۔ چوتھا نقص اس قانون میں یہ ہے کہ یہ قانون صوبہ وار ہے۔ ایک صوبہ کا اثر دوسرے پر نہیں پڑتا۔ مثلاً ورتمان جسے گورنمنٹ نے ضبط کیا ہے۔ اسکی ضبطی صرف پنجاب سرحد اور یوپی میں ہوئی ہے۔ اگر ہندو اسے بنگال بمبئی مدراس بہار وغیرہ میں شائع کرتے رہیں۔ تو اسمیں انپر کوئی جرم عائد نہیں ہوتا۔ حالانکہ سارا ہندوستان ایک ہے۔ ایک جگہ کی کتاب کا بد اثر سارے ملک پر پڑتا ہے۔

پس قانون یہ ہونا چاہیئے کہ جب ایک گندی کتاب کو ایک صوبہ کی گورنمنٹ ضبط کرے تو سب صوبوں کی حکومتیں قانوناً مجبور ہوں کہ وہ اپنے صوبوں میں بھی اس کتاب کا چھپنا یا شائع ہونا بند کر دیں۔ یا اس سے بھی بہتر یہ ہے کہ اس قانون پر عملدرآمد گورنمنٹ آف انڈیا کے اختیار میں ہو۔ جو کسی صوبہ کی گورنمنٹ کے توجہ دلانے پر ایک عام حکم جاری کر دے۔ جسکا سب صوبوں پر اثر ہو۔ ورنہ موجودہ قانون کے رُو سے اس قسم کی شر انگیز کتابیں یکے بعد دیگرے مختلف صوبوں میں چھپکر شائع ہو سکتی ہیں۔ اور جبتک سب صوبوں میں انکا چھپنا بند ہو اسوقت تک ملک میں خون کا دریا بہ سکتا ہے۔ چنانچہ اسوقت بھی ملک کے قانون کے لحاظ سے راجپال کی کتاب بنگال بمبئی مدراس اور برہما میں چھاپکر شائع کی جا سکتی ہے۔ اور یہ بات قانون کے خطرناک نقص پر دلالت کرتی ہے۔

غرض موجودہ قانون میں یہ نقص ہیں جنکا ازالہ ضروری ہے۔ اور جب تک ان کا ازالہ نہ ہوگا نہ بزرگانِ دین کی عزتوں کی حفاظت ہو سکے گی۔ اور نہ ملک میں امن قائم ہوگا۔ پس چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے تمام شہروں کے مشترکہ جلسے کر کے مندرجہ بالا نقصوں کی طرف اپنی اپنی گورنمنٹوں کی معرفت ہندوستان کی حکومت کو توجہ دلائی جائے۔ تا ایسا نہ ہو کہ ورتمان کے فیصلہ سے مطمئن ہو کر گورنمنٹ قانون میں اصلاح کا خیال چھوڑ دے۔ یا ایسی اصلاح کرے جو ہماری ضرورتوں کو پورا کرنے والی نہ ہو ٭

یہ رسالہ ہر انگریزی مہینے کی پانچ تاریخ کو قادیان ضلع گورداسپور پنجاب سے شائع ہوتا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خوفناک نتیجہ

موسم بدل گیا — نتیجہ کیا ہوگا

ہیضہ پھیلا ہے

ایسا آدمی شائد ہی کوئی ہوگا جو اپنے کلیجہ پر ہاتھ رکھ کر یہ بیان کہہ سکے۔ کہ کلکتہ کے نامی ڈاکٹر ایس کے برمن کا بنایا ہوا سنہ ۹۰ میں سے نوسے کو بچانیوالا مشہور اصلی عرق کافور کا نام نہیں جانتا ہو۔ اس نے وہ مسیحائی دکھلائی۔ کہ دیکھنے والے دنگ رہ گئے۔ اس نے وہ کام کر دکھلایا۔ جو کوئی ڈاکٹر بھی نہ کر سکا۔ چالیس سالوں سے لاکھوں بار ثابت ہو چکا ہے۔ ہیضہ کے لئے اسکے مقابلہ کی دوسری دوا نہیں گھر میں یا سفر میں ساتھ رکھنے ہی اکیلا عرق کافور کئی دواؤں کا کام دیتا ہے قیمت فی شیشی ۱؎ محصولڈاک ایک سے ۳ شیشی تک ۶؎

سر درد و ریاحی درد کی دوا

یہ دوا سر کے درد کو چھونتر کی طرح اوڑا کر روتے ہوئے آدمی کو ہنسا دیتی ہے۔ کیسا سر درد و ریاحی درد کیوں نہ ہو۔ اس دوا کے کھاتے ہی آرام ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی سر اور آنکھوں کو برف کی سی تراوٹ آجاتی ہے۔ اس دوا کی ایک شیشی ہر وقت گھر میں رکھنا چاہیئے۔

قیمت فی شیشی ۱۲ گولیوں کی ۱۲؍ محصولڈاک ۶؍

نوٹ۔ خط لکھنے سے پیشتر اپنے یہاں کے دوا فروشوں اور دوکانداروں سے دریافت کرلیں۔ اس میں ان کو محصولڈاک اور وقت کی کفایت ہو جائیگی۔

ڈاکٹر ایس کے برمن صیغہ نمبر ۱۷ پوسٹ بکس نمبر ۱۵۵ کلکتہ

نوٹ:۔ ایجنٹوں کی ضرورت ہے۔ درخواست آنے پر قواعد ایجنسی روانہ کی جاویگی۔